لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

عورتوں کے حقوق کی حفاظت جیسے اسلام نے کی ہے ویسے کسی مذہب نے نہیں کی

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔ روحانی و جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو

آنحضرت ﷺ کے ارشادات کے حوالہ سے میاں بیوی کے حقوق سے متعلق اہم نصائح

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۱ / جنوری ۲۰۰۰ء)

لندن (۲۱ / جنوری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے آیت "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ..........الخ" کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ پیش فرمایا۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج جو خطبات کا سلسلہ شروع کرنے والا ہوں اس کا تعلق حقوق سے ہے۔ حضور نے سب سے پہلے احادیث نبویہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔ مومنوں میں سے اپنے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں سے اخلاق کے لحاظ سے بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ باہر کی دنیا میں لوگوں سے بہترین طریق پر پیش آئیں تو یہ اخلاق ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ باہر کی دنیا میں تو تصنع بھی ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ گھر میں بیویوں سے بہترین سلوک کرو تو تب تمہارے اخلاق بہترین ہیں۔

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**

Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226

حضور نے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا کے عارضی ٹھکانے میں نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامان افضل نہیں۔ اسی طرح حضور اکرمؐ کی حدیث کے حوالہ سے بہترین رفیقۂ حیات کے اوصاف حسنہ کا بھی ذکر فرمایا جن میں یہ امور شامل ہیں کہ وہ جسے دیکھنے سے طبیعت خوش ہو اور مرد جو کام کہے اسے وہ بجالائے اور جسے وہ ناپسند کرے اس سے بچے۔ حضور اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر اس کی ایک بات ناپسند ہے تو دوسری پسندیدہ بھی ہو سکتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک اور حدیث نبوی کا ذکر فرمایا جس میں معاشرت کے بہترین اصول بیان کر دئے گئے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جو کماؤ اس کے مطابق بیوی کو دیا کرو۔ بعض لوگ خود تو دوستوں کے ساتھ باہر اچھے اچھے کھانے کھاتے ہیں اور عیش کرتے ہیں اور گھر میں بیوی بچوں کے لئے صرف دال روٹی کا انتظام کر دیتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ حضور نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی نزاکت کے تعلق میں انہیں آبگینے قرار دیا ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے

کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور بکثرت بچے پیدا کرنے والی ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اپنے لئے تو یہ اصول رکھتی ہیں کہ بکثرت بچے پیدا کرنے لگ گئی ہیں اور غریب ملکوں کو کہتے ہیں کہ بچے کم پیدا کرو ورنہ غریب ہو جاؤ گے۔ یہ انکا منافقانہ بیان ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ غریب ملکوں کا سہارا مزید بچے ہیں۔ حضور نے حدیث کے حوالہ سے یہ بھی بتایا کہ خاوند کے گھر کی عمدگی کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والی عورت کو وہی ثواب اور اجر ملے گا جو اس کے خاوند کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر ملتا ہے۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات پڑھ کر سنائے جو دراصل قرآن و حدیث کی ہی تشریح پر مبنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت جیسے اسلام نے کی ہے ویسے کسی مذہب نے نہیں کی۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے اسوہ کو اپنائیں اور روحانی و جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کریں۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔

(بخاری کتاب الوضو باب صب الماء علی البول فی المسجد)
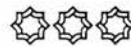
حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کردیا۔ لوگ کھڑے ہوگئے کہ اس پر ٹوٹ پڑیں اور پکڑلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو اور پانی کا ایک ڈول بہادو (تاکہ پیشاب کا اثر زائل ہوجائے) کیونکہ تمہیں آسانی پیدا کرنے والے بناکر بھیجا گیا ہے۔ تنگی کرنیوالے اور سختی سے پیش آنے والے بناکر نہیں بھیجا گیا۔

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

فہرست مضامین

نگران: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ
ایڈیٹر: سید شمشاد احمد ناصر

القرآن الحکیم

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

۱۴۔ اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بادیہ نشین کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ تُو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن صرف اتنا کہا کرو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ جبکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پوچھ کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین سکھاتے ہو؟ جبکہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ تجھ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تُو کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتایا کرو بلکہ اللہ تم پر احسان کرتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی۔ اگر تم سچے ہو (تو اس کا اعتراف کرو)۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

۱۹۔ یقیناً اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور تم جو کرتے ہو اللہ اس پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ـــ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ حَاجَةِ الْعَبْدِ مَادَامَ الْعَبْدُ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ۔ (تشيرية باب الفترة ص۱۱۰)

حضرت زید بن ثابت رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس وقت تک انسان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشاں رہے۔

ـــ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی بے چینی اور تکلیف کو دور کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینیوں اور تکلیفوں کو اس سے دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگدست کو آرام پہنچایا اور اس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں مہیا کریگا جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار ہو۔ جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور اس کے درس و تدریس میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر سکینت اور اطمینان نازل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپے رکھتی ہے، فرشتے ان کو گھیرے رکھتے ہیں۔ اپنے مقربین میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ جو شخص عمل میں سست رہے اس کا نسب اور خاندان اس کو تیز نہیں بنا سکتا یعنی وہ خاندانی بل بوتے پر جنت میں نہیں جا سکے گا۔

ـــ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

ـــ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی ہوتا ہی یہ اسکے لئے زینت کا موجب بن جاتا ہے اور جس سے رفق اور نرمی چھین لی جائے وہ اتنی ہی بد نما ہو جاتی ہے۔ یعنی رفق اور نرمی میں ہی حسن ہے

ـــ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ۔ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ۔ (ترمذی صفۃ القیٰمۃ)

حضرت ابن مسعود رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ یعنی نفرت نہیں کرتا، ان سے نرم سلوک کرتا ہے۔ ان کے لئے آسانی مہیا کرتا ہے اور سہولت پسند ہے۔

(باقی صفحہ ۲ پر)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

نماز کو سنوار کر پڑھو

نماز ایسے ادا نہ کرو جیسے مرغی دانے کے لئے ٹھونگ مارتی ہے بلکہ سوز و گداز سے ادا کرو اور دعائیں بہت کیا کرو۔ نماز مشکلات کی کنجی ہے۔ ماثورہ دعاؤں اور کلمات کے سوا اپنی مادری زبان میں بھی بہت دعا کیا کرو تا اس سے سوز و گداز کی تحریک ہو اور جب تک سوز و گداز نہ ہو اسے ترک مت کرو کیونکہ اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور سب کچھ ملتا ہے۔ چاہئے کہ نماز کی جس قدر جسمانی صورتیں ہیں ان سب کے ساتھ دل بھی ویسے ہی تابع ہو۔ اگر جسمانی طور پر کھڑے ہو تو دل بھی خدا کی اطاعت کے لئے ویسے ہی کھڑا ہو۔ اگر جھکو تو دل بھی ویسے ہی جھکے۔ اگر سجدہ کرو تو دل بھی ویسے ہی سجدہ کرے۔ دل کا سجدہ یہ ہے کہ کسی حال میں خدا کو نہ چھوڑے جب یہ حالت ہو گی تو گناہ دور ہونے شروع ہو جاویں گے۔ معرفت بھی ایک شئے ہے جو کہ گناہ سے انسان کو روکتی ہے۔ جیسے جو شخص سم الفار، سانپ اور شیر کو ہلاک کرنے والا جانتا ہے تو وہ ان کے نزدیک نہیں جاتا۔ ایسے جب تم کو معرفت ہو گی تو تم گناہ کے نزدیک نہ پھٹکو گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ یقین بڑھاؤ اور وہ دعا سے بڑھے گا اور نماز خود دعا ہے نماز کو جس قدر سنوار کر ادا کرو گے اسی قدر گناہوں سے رہائی پاتے جاؤ گے۔

(ملفوظات جلد سوم ص589)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

ایک کامیاب الٰہی تحریک - وقف جدید

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں

خاص پہلو

حضور ایدہ اللہ بنصر العزیز نے وقف جدید کے سال 1990ء کے اعلان میں فرمایا:-

"اس تحریک کے بعض خاص ایسے پہلو ہیں جن کو جماعت کو پیش نظر رکھتے رہنا چاہئے۔

یہ تحریک غیر معمولی چندے طلب نہیں کرتی لیکن اس کا زور اس بات پر ہے کہ زیادہ سے زیادہ احمدی حسب توفیق بشاشت کے ساتھ، خوشی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور خدا کی راہ میں پیش کریں۔ باقی تحریکات میں زیادہ تر مقابلے اس بات کے ہوتے ہیں کہ کون آگے بڑھتا ہے اور کون زیادہ خدا کی راہ میں لٹاتا ہے۔ اس تحریک میں ملکوں کے مقابلے ہیں کہ کتنے زیادہ افراد خدا کی راہ میں مالی قربانی میں شامل ہوتے ہیں۔ بچے بھی، عورتیں بھی، مرد بھی، بڑے بھی، چھوٹے بھی سب مل کر اور جہاں تک شمولیت کا تعلق ہے۔ جتنی بھی کوئی توفیق پاتا ہے۔ اس کی دی ہوئی رقم کو خوشی سے قبول کیا جاتا ہے...... پس وقف جدید میں جب ہم افراد کی تعداد میں اضافہ پر زور دیتے ہیں تو میری نیت اس میں ہمیشہ یہی ہوتی ہے تاکہ وہ احمدی بھی جو اب تک مالی قربانی کی لذت سے محروم ہیں اور اس کی برکتوں سے محروم ہیں ان کو اس بہانے ایک موقعہ میسر آجائے اور پھر خدا کے فضل کے ساتھ وہ ہر دوسری تحریک میں خود بخود آگے بڑھنے لگیں۔"

(خطبہ جمعہ 29۔ دسمبر 1989ء)

وقف جدید اور روحانیت

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقف جدید کے ایک اور پہلو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"وقف جدید کا تعلق والایت سے حضرت مصلح موعود...... نے رکھا اور جو نقشہ کھینچا ہے اپنے اس روحانی خواب کا وہ یہ ہے کہ جگہ جگہ بڑے بڑے اولیاء اور قطب پیدا ہو رہے ہیں۔ دیہات میں اور گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہو رہے ہیں۔ تو وقف جدید کی تحریک تو بالکل عمومی، عام سی ایک دنیا کی نہیں دین کے لحاظ سے پسماندہ دیہات کی تحریک تھی مگر جو مقاصد تھے وہ اتنے بلند تھے کہ گاؤں گاؤں میں رازی پیدا ہوں، گاؤں گاؤں میں اولیاء اللہ اور قطب پیدا ہونے شروع ہو جائیں۔"

(خطبہ جمعہ 27۔ دسمبر 1996ء)

ایک شاندار خدمت

وقف جدید کی متفرق خدمات میں سے ایک خاص خدمت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:-

"وقف جدید کو ایک بہت ہی عظیم الشان خدمت کا تھر کے علاقے میں موقع ملا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ہندو بکثرت آباد ہیں اور یہی ایک وہ علاقہ ہے جہاں آج بھی مسلمانوں کے مقابل پر ہندوؤں کی اکثریت ہے لیکن اکثر ہندو اچھوت کہلانے والے ہیں یعنی ہندوؤں کی طبقاتی تقسیم کے لحاظ سے سب سے نچلے درجے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وقف جدید کا جس سال آغاز ہوا ہے اسی دوران عیسائیوں نے جو امریکہ سے غیر معمولی طور پر مدد حاصل کر رہے تھے، تھر کے علاقے پر وہاں کے باشندوں کو عیسائی بنانے کی یلغار کی اور اس لحاظ سے یہ الٰہی تحریک خاص طور پر اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ اگر وقف جدید کی تحریک جاری نہ ہوئی ہوتی اور جماعت احمدیہ کو تھر کے علاقے میں اس طرح خدمت کا موقع نہ ملتا تو بعید نہیں کہ وہاں بہت تیزی کے ساتھ عیسائیت پھیل جاتی لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بروقت تحریک کے نتیجے میں جب ہم نے معلمین تقسیم کرنے کے لئے مختلف علاقوں کے جائزے لئے تو معلوم ہوا کہ تھر کے علاقے میں بڑی شدید ضرورت ہے۔ ایک تو ویسے بھی ہندوؤں میں (دعوت الی اللہ) کی خاطر وہی علاقہ موزوں تھا، دوسرے علم ہوا کہ عیسائیوں نے بہت بڑی یلغار کر رکھی ہے اور امریکن غذائی امداد کا ایک بہت بڑا حصہ اس علاقے کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جب میں نے وہاں دورہ کیا اور حالات کا جائزہ لیا تو عموماً یہی مشورہ دیا گیا کہ جماعت کی طرف سے بھی کوئی امدادی پروگرام مقابل پر جاری ہونا چاہئے ورنہ یہاں کامیابی مشکل ہے۔ اس پر میں نے اس تجویز کو نہ صرف سختی سے رد کیا بلکہ آئندہ بھی ہمیشہ اس تجویز کی سوچ کے دروازے بھی سب پر بند کر دیئے۔ اور میرا استدلال یہ تھا کہ جہاں تک دولت کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے کا تعلق ہے نہ ہم اس میدان کے کھلاڑی ہیں نہ ہم اس بات کے قائل ہیں، نہ ہمیں توفیق ہے کہ ہم دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کا اس میدان میں مقابلہ کر سکیں۔ اگر ہم ایک روپیہ خرچ کریں تو امریکہ دس لاکھ روپیہ خرچ کر سکتا ہے اور اگر روپیہ کی لالچ میں یا لالچ نہ بھی کہیں، ضرورت مند کی مدد پوری کر کے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو ضرورت بے انتہاء ہے اسے آپ پورا نہیں کر سکتے۔ ایک پیاس بھڑکا دیں گے اور جس قسم کی پیاس بھڑکائیں گے اس قسم کا پانی آپ کے پاس نہیں ہو گا۔ اس لئے نہایت ہی جاہلانہ حرکت ہو گی اور اگر ہم مالی امداد کے ذریعے امریکن طاقتوں کا یا مغربی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ یہ لوگ غریب ہیں اور بہت ہی لمبے عرصے سے خود اپنے ہم مذہب لوگوں کی حقارت کا نشانہ بنے رہے ہیں۔ یعنی ہزار ہا سال سے انسانی طبقات میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھے جانے والے لوگ تھے' ان سے میں نے کہا کہ آپ ان کی ذلتوں میں اضافہ کرنے کا سوچ کس طرح سکتے ہیں۔ یہ غریب عزت دار ہیں۔ غربت میں بھی ان کو ابھی ہاتھ پھیلانے کی عادت نہیں۔ ان میں کوئی بھکاری آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ غریب فاقہ کش مزدور کثرت سے دیکھیں گے لیکن کوئی فقیر ان میں دکھائی نہیں دے گا۔ بڑی محنت کش قوم ہے تو میں نے کہا کہ ایک ایسی باعزت قوم کو جس کا نفس معزز ہے اگرچہ بدن غریب ہے اس کے اندر خدا کی ایک ہی نعمت ہے اور وہ اس کی عزت نفس ہے۔ آپ اسے بھکاری بنا کر وہ ایک دولت بھی اس کے ہاتھ سے چھین لیں چنانچہ اس استدلال کا خدا کے فضل سے اثر پڑا اور وقف جدید کے معلمین بھی پورے عزم کے ساتھ اس علاقے میں یہ سمجھتے ہوئے گئے کہ ہم نے ان کو عزت نفس عطا کرنے کے لئے جانا ہے اور یہی پیغام ان کو دیا۔ چنانچہ مقابلہ ایک طرف دولت کا تھا اور ایک طرف اخلاقی عظمت کا اور معلمین وہاں جا کر عیسائیوں کے مقابلہ پر یہی پیغام دیتے تھے کہ کچھ لوگ تمہاری بھوک مٹانے کے لئے آئے ہیں' بہت اچھی بات ہے۔ تمہیں کپڑے پہنانے کے لئے آئے ہیں یہ بھی بہت اچھی بات ہے لیکن ساتھ ہی تمہیں بھکاری بنانے کے لئے بھی آئے ہیں اور پیسہ دے کر تمہارا مذہب تبدیل کرنے کے لئے آئے ہیں اور یہ اچھی بات نہیں۔ ہم تمہیں مزید عزت نفس عطا کریں گے۔ ہم تمہیں (دین) بھی دیں گے اور اس کے ساتھ تم سے مالی قربانی کے مطالبے بھی کریں گے اور تمہیں یہ کہیں گے کہ انتہائی غربت کے باوجود کچھ نہ کچھ نیک کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ یہ پیغام بظاہر کڑوا ہے لیکن درحقیقت تمہیں تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جائے گا اور یہ سادہ پیغام ان کے دل پر اتنا اثر انداز ہوا اور اتنا اس نے ان کے دلوں کو لبھایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عیسائیت کے مقابل پر احمدیت کو وہاں بڑی کثرت کے ساتھ ہندو غریب اقوام کو (دین حق) میں داخل کرنے کی توفیق ملی۔"

(خطبہ جمعہ 4۔جنوری1991ء)

حیرت انگیز وفا

قربانی کے میدانوں میں جماعت احمدیہ کو جو خاص امتیاز حاصل ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں جتنی بھی قومیں نیکی کے نام پر خرچ کرتی ہیں ان کے متعلق بلاخوف اختلاف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر آنے والے سال میں لوگوں کے جذبے میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ نیک کاموں پر از خود خرچ کرنے کا رجحان کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کا گراف اس سے بالکل مختلف ہے اور حیرت انگیز وفا کے ساتھ اپنے اس اسلوب کو قائم رکھے ہوئے ہے کہ ہر آنے والا سال جماعت کی مالی قربانی کی روح کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہا ہے۔ یہ اعجاز خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ایک سچے فرستادہ کے سوا کوئی دنیا میں دکھا نہیں سکتا۔ ساری دنیا کی طاقتوں کو میں کہتا ہوں کہ مل کر زور لگا کر دیکھ لیں۔ حضرت اقدس (بانی سلسلہ احمدیہ) جیسی کوئی مالی قربانی کرنے والی جماعت کہیں ہو تو لا کر دکھائیں۔ **دنیا کے سامنے وہ چہرے تو پیش کریں۔ وہ کون لوگ ہیں جو اس طرح اخلاص اور وفا کے ساتھ اور بڑھتی ہوئی قربانی کی روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اموال پیش** کرتے چلے جاتے ہیں۔......

وقف جدید کے سلسلہ میں جب پہلے سال اعلان ہوا تھا تو مجھے یاد ہے کہ ساٹھ یا ستر ہزار روپے کا وعدہ تھا اور پھر ہم کوشش کرتے رہے' زور لگاتے رہے اور خدا کے فضل سے ہر سال تحریک آگے بڑھتی رہی پھر جب خدا تعالیٰ نے مجھے خلافت کے منصب پر فائز فرمایا تو اللہ بخش صاحب صادق کو وقف جدید کا ناظم مقرر کیا گیا اور ان کے دور میں بھی نہ صرف تحریک آگے بڑھی بلکہ جس وقت تک میں تھا اس کی نسبت مالی قربانی میں پہلے سے زیادہ تیز رفتار کے ساتھ آگے بڑھی اور اللہ کا بڑا احسان ہے کہ کسی پہلو سے بھی مجھے یہ شکوہ نہیں ہوا کہ اس میں یہ کمزوری آگئی ہے اور یہ بتاتے ہوئے مجھے خوشی ہے۔ کوئی غم نہیں ہے۔ اگر میری کمزوریوں کی وجہ سے پہلے کوئی کمزوری تھی تو اللہ نے احسان فرمایا کہ ان کمزوریوں کو دور کر دیا اور اب جب باہر آکر عالمی تحریک کی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے یکدم انقلاب برپا ہو گیا ہو۔"

(خطبہ جمعہ 25۔دسمبر1992ء)

روز افزوں ترقی

وقف جدید بفضل خدا ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے بسرعت ترقی کی جانب قدم اٹھا رہی ہے۔ اس پہلو سے حضور فرماتے ہیں:۔

"وقف جدید سے متعلق جب حضرت مصلح موعود نے پہلا اعلان کیا تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ معمولی چندے کی تحریک فرمائی۔ اور اسے بہت آسان کر کے جماعت کو دکھایا۔ چند ہزار روپے کی تحریک تھی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں چونکہ بہت سے زمیندار زمین کے کچھ ٹکڑے وقف کریں گے اور معلمین کو جن کو ہم بہت تھوڑا گزارہ دیں گے ان زمینوں سے کچھ زائد آمدنی کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے مالی لحاظ سے اتنے فکر کی بات نہیں۔

اس تحریک کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جتنی توقع حضرت مصلح موعود نے ظاہر فرمائی تھی اس سے زیادہ کے وعدے جماعت نے پیش کئے۔ اور جتنے مراکز کا شروع میں اعلان فرمایا تھا کہ وقف جدید کے معلم وہاں جا کر بیٹھیں گے اس سے زیادہ مراکز کا سامان مہیا ہو گیا۔"

(خطبہ جمعہ 27دسمبر1991ء)

ایک اہم رویاء

تحریک وقف جدید کی عظیم الشان ترقی کی خبر ایک رویاء میں دی گئی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ ایک عجیب اتفاق ہے یا اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ ماریشس کی سرزمین سے میں نے

وقف جدید کے اگلے سال کا اعلان کرنا تھا اور ماریشس کے ہی ایک مخلص نوجوان جو واقف زندگی ہیں یعنی عبدالغنی جہانگیر' ان کو اللہ تعالیٰ نے رویاء میں وقف جدید کے متعلق ہی کچھ دکھایا اور تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے انہوں نے بڑے تعجب سے مجھے یہ رویاء لکھا جو بہت معنی خیز ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک رویاء دیکھا جس کا دل پر گہرا اثر ہے لیکن سمجھ نہیں آرہی کہ کیا مطلب ہے؟ میں نے دیکھا کہ جماعت احمدیہ ایک میز کی طرح ہے جس کی ٹانگیں بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں لیکن وقف جدید کی اور تحریک جدید کی دو ٹانگیں باقی ٹانگوں سے تیز بڑھ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے وقف جدید کی ٹانگ بہت ہی زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع ہو گئی۔ تحریک جدید کی ٹانگ نے پوری کوشش کی کہ ساتھ مقابلہ کرے لیکن نہ کر سکی تو اچانک میں نے دیکھا کہ تحریک جدید کی ٹانگ میں بولنے کی طاقت پیدا ہوئی اور اس نے کہا بس بس! اب میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ تم بڑھنا کم کر دو۔ ہلکا کر دو۔ وقف جدید کی ٹانگ نے جواب دیا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں اپنے اختیار سے نہیں بڑھ رہی۔ مجھے بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ اس کی تعبیر کچھ تو چندوں کی شکل میں نظر آرہی ہے۔ جس تیز رفتاری کے ساتھ وقف جدید کے چندے گزشتہ کے مقابل پر بڑھ رہے ہیں اتنا تیز اضافہ تحریک جدید میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ برکت والی تعبیر کے متعلق امید رکھتا ہوں کہ وہ تعبیر پوری ہو گی اور وہ یہ ہے کہ وقف جدید کے عمل کا میدان ۔ ہندوستان' بنگلہ دیش اور پاکستان ہیں۔ اس وقت یہ صورت ہے کہ تحریک جدید کے تابع جو دوسری جماعتیں ہیں وہ بہت زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے اور میری دعا ہے کہ جہانگیر صاحب کی یہ خواب ان معنوں میں پوری ہو کہ اچانک دیکھتے دیکھتے بنگلہ دیش' ہندوستان اور پاکستان کی جماعتیں اس تیزی سے آگے بڑھنے لگیں کہ باہر کی جماعتوں سے آگے نکلنے لگیں اور وہ احتجاجاً کہیں کہ تم کچھ بڑھنا کم کر دو اور وہ یہ جواب دیں کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ ہمارے رب کی تقدیر ہے جسے ہم بدل نہیں سکتیں اور خدا کرے کہ میری یہ تعبیر سچی نکلے اور اس کو سچا ثابت کر دکھلانے میں ان جماعتوں کو جو محنت کرنی ہے۔ جو دعا کرنی ہے۔ جس اخلاص سے خدمت کرنی ہے۔ ہم سب مل کر ان کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق بخشے اور واقعتہً یہ نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔"

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 1993ء)

خصوصی نصیحت

خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال کی قربانی کی جو اہمیت ہے اس حوالے سے حضور فرماتے ہیں:۔

"میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں آپ میں سے وہ خوش نصیب جن کو خدا تعالیٰ نے کثرت سے دولت عطا فرمائی ہے۔ اور ایسے ضرور ہیں۔ وہ یہ جائزہ لیں کہ کیا وہ اس نسبت سے جس نسبت سے اللہ نے ان پر فضل فرمایا ہے' خدا کے حضور مالی قربانی میں لبیک کہتے ہیں کہ نہیں۔

یہ خیال کہ جماعت کے عہدیداران کو کیا پتہ کہ ہمارے پاس کیا ہے' ہمیں کتنا ملتا ہے' یہ ایک بے تعلق اور بے معنی خیال ہے۔ جماعت کے عہدیداران کو خوش کرنے کے لئے تو آپ نے دینا ہی نہیں ہے۔ جس کے حضور پیش کرتے ہیں اسے سب کچھ پتہ ہے۔ کیونکہ دینے والا ہاتھ وہ ہے۔ عطا کرنے والے کو کیسے آپ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ جس نے خود آپ کو کچھ دیا ہو آپ کیسے یہ سوچ سکتے ہیں کہ اسے آپ کے حالات کا علم نہیں ہے۔ پس ان عذر کے قصوں کو بھلا دیجئے چھوڑ دیں ان باتوں کو کہ آپ کے اوپر کتنی ذمہ داری ہے اور رہا لحاظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ اچھے ہیں لیکن عملاً یہ حال نہیں ہے۔

اس قسم کی باتیں عموماً کم چندہ دینے والے کیا کرتے ہیں۔ ان کو بھلا دیجئے اور یہ بات دیکھئے کہ جس خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اگر اس کی محبت اور پیار کے اظہار کے لئے آپ اس کے حضور کچھ پیش کرتے ہیں تو وہ اسے رکھ نہیں لے گا وہ اسے واپس لوٹائے گا۔ اور وہ چند کر کے واپس لوٹائے گا۔ اور دس گنا زیادہ کر کے واپس لوٹانا اس نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ وہ کیسے یہ کام کرتا ہے ہم ان اسرار کو نہیں جانتے مگر روزمرہ کی زندگی میں ان کاموں کو ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اخلاص کے اعلیٰ معیار پر قائم ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد قائم نہیں فرمائی۔ فرمایا: پھر جسے وہ چاہے اسے جتنا چاہے بڑھا کر دیتا چلا جائے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ تو پہلے تو یہ دیکھیں کہ خدا کے معاملے میں کنجوسی کرنا کوئی عقل کا سودا ہے؟ کوئی نفع کا سودا ہے یا گھاٹے کا سودا ہے......

پس اس کا تجربہ ہر جماعت کا چندہ دینے والا اپنے روزمرہ کے چندوں میں کر کے دیکھے تو وہ محسوس کرے گا کہ مالی قربانی سے اسے نئی عظمتیں اور نئی رفعتیں نصیب ہو رہی ہیں اور خدا سے اس کا تعلق دن بدن بڑھتا جا رہا ہے پس ایسی مالی قربانی نہ کریں جس کے نتیجہ میں خدا سے تعلق کم ہو۔ ایسی مالی قربانی کریں جس کے نتیجہ میں آپ خدا کے پیارے بنتے چلے جائیں۔ اور وہ آپ کا نگہدار ہو جائے۔ آپ کی ہر ضرورت کا کفیل ہو جائے۔ وہ اپنے ذمہ یہ لے لے کہ اس بندے کی ہر ضرورت میں پوری کروں گا۔ کیونکہ اس نے میری خاطر اپنی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے میرے حضور کچھ مالی قربانی پیش کی ہے۔ خدا سے زیادہ شکر گزار اور کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے اس کا نام شکور رکھا گیا ہے......

آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کے مضمون پر مزید غور کیا کریں اور آپ کی مالی قربانی آپ کو وہ کچھ عطا کر جائے جسے دنیا کی ساری دولتیں بھی خرید نہ سکتی ہوں۔ ایک شخص چند کوڑی خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے ایک ہے جو چند لاکھ پیش کر دیتا ہے۔ لیکن خدا نہ تو چند کوڑی میں خریدا جا سکتا ہے نہ چند لاکھ میں خریدا جا سکتا ہے تمام دنیا کی دولتیں خود اسی نے عطا کر رکھی ہیں۔ ساری دنیا کی دولتیں بھی اس کے حضور پیش کر دیں تو خدا خریدا نہیں جا سکتا۔ مگر یوسف ؑ تو سوت کی ایک انٹی پر بک گیا اور آج تک دنیا اس

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو

خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کر کے تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھاوے اور باہمی سچی محبت عطا کرے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متفرق دعاؤں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ یکم ستمبر ۲۰۰۰ء بمطابق یکم تبوک ۱۳۷۹ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾۔(سورۃ النمل:۶۳)

یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

یہ دعاؤں کے مضمون پر جو خطبات کا سلسلہ جاری ہے اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا مضمون ابھی چل رہا ہے۔ جو پچھلے خطبہ میں اقتباس رہ گیا تھا۔ جتنا رہ گیا تھا وہیں سے اب میں مضمون شروع کرتا ہوں۔

"مجھے اپنی انتہائی طلب کے حصول میں کامیابی عطا فرما اور مجھے میری خوشیوں کے دن دکھا۔ اور اے میرے رب! تُو میرے لئے ہو جا۔ اے میرے غم اور میری حاجات کو جاننے والے! اے ضعیف سمجھے جانے والوں کے معبود! مجھے پاک وصاف کر اور مجھ سے درگزر فرما۔

مجھے ہر مذہب نے جھٹلایا اور ہر جہالت کے اسیر نے مجھے کافر قرار دیا اور میرے لئے کوئی چارہ باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ مَیں تیرے حضور حاضر ہوں اور تیری مدد اور نصرت طلب کروں۔ اے حاجت روا! مجھے (تجھ سے) پوری امید ہے کہ تُو میرا دن واپس لوٹا دے گا جبکہ میرا سورج غروب ہونے کی تیاری کر رہا ہے اور میرا دل بے قراریوں سے تنگ آ گیا ہے۔

اور خدا کی قسم! میری گریہ وزاری شادمانیوں کے ایام، تنعمات اور حسن وجمال کے معدوم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کے لئے ہے جس پر دشمن ٹوٹ پڑے ہیں۔ اس کے سورج غروب ہو چکے ہیں اور تاریک رات طویل ہو گئی ہے اور اسلام کے مختلف فرقوں میں آپس کی دشمنیاں ہیں اور

حضرت خیر الانام ﷺ کی امت میں تفرقہ ہے لیکن کفار اور رذیل لوگوں کے گروہ ملامت کرنے میں (باہم) منظم ہوگئے ہیں۔

دوسری حسرت یہ ہے کہ ہمارے اندر علماء، فقہاء اور ادباء تو ہیں مگر وہ سب بگڑ چکے ہیں اور اِلّا مَا شَاءَ اللّٰہ ان پر مصائب نے گھیراؤ کر لیا ہے۔ اے میرے ربّ! تُو رحم فرما اور ہماری دعا قبول فرما۔ تجھ سے ہی ہماری التجاء ہے اور تیرے سامنے ہی تکلیف کا اظہار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دین کے علَم اور شرعِ متین کے ستون ہیں لیکن مَیں ان میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں دیکھتا جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ ہمارے نبی کے دین کا ایسا خادم ہے جو (حضورؐ کا) عاشق اور دوست بھی ہو بلکہ وہ تو شہوات، ہَوا و ہَوَس، دعاوی اور ریاء میں جا گرے ہیں۔ مَیں ان میں سے اکثر کو فاسق پاتا ہوں۔ مَیں اپنے اچھے وقتوں میں سمجھتا تھا کہ وہ سب یا ان میں سے اکثر میرے مددگار ہیں لیکن آزمائش کے وقت وہ پیٹھ پھیر گئے اور یہ حضرتِ کبریاء کی طرف سے مقدر تھا۔ اب میں ایسے تنہا رہ گیا ہوں جیسے کوئی تنہا صحراء میں اکیلے رات بسر کر رہا ہو یا صحرائی لوگوں میں بیٹھا ہو۔ پس اب میرے سب حیلے جاتے رہے اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری قوم اور میرے خاندان پر میری کمزوری ظاہر ہو گئی ہے۔ اے رب العالمین! ہر طاقت اور قوت صرف تجھ سے ہی وابستہ ہے۔ مَیں تیری طرف ہی جھکا ہوں اور تجھ پر ہی مَیں نے توکل کیا ہے اور تجھ سے ہی مَیں راضی ہوا ہوں۔ پس میری عریانیوں کو ڈھانک دے اور میرے اندیشوں کو امن دے اور مجھے اکیلا نہ چھوڑ تو خیر الوارثین ہے۔ تیرے ہاتھ میں ہی کرم، عطا، عزّت اور سربلندی ہے۔ اور جب تُو آئے تو پھر مصیبت اور آزمائش نہیں آتی۔ اور جب تُو نزول فرمائے تو پھر مصیبت نازل نہیں ہوتی۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تیرے سوا کوئی رفعت عطا کرنے والا نہیں۔ تیرے سوا کوئی دفاع کرنے والا نہیں۔ میں نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیرے حضور ہی آ کر گر پڑا ہوں۔ تُو ہی متوکل لوگوں کی جائے پناہ ہے۔

اے میرے محسن! میرے ساتھ احسان کا سلوک فرما۔ میں تیرے سوا کسی اور محسن کو نہیں جانتا۔ اور اپنے رسول اور اپنے نبی محمدؐ پر درود و سلام بھیج۔ اس کی شان کو عظمت عطا کر اور مخلوق کو اس کا برہان دکھا۔ ہم اس کے دین کی خاطر تیرے حضور روتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ جو کچھ ہمارے دلوں میں ہے تُو اسے خوب جانتا ہے اور جو کچھ ہمارے سینوں میں ہے تُو اسے خوب دیکھتا ہے۔ مَیں پوری رضامندی سے تیرے ساتھ ہوں اور جو کچھ ہم تیری طرف سے ذخیرہ کرتے ہیں وہ صدق اور حسن کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر تُو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے۔ ہم نے وہی کچھ پایا جو تُو نے ہمیں عطا فرمایا۔ پس حمد صرف تیرے لئے ہے اور سب حمد کرنے والوں کی حمد تیری طرف ہی لوٹتی ہے۔ تُو ربِّ رحیم ہے اور ملکِ کریم ہے۔ پس جو بھی تیری طرف آیا تو تجھے اپنا والی ٹھہرایا اور تجھ سے محبت کی اور تجھے ہی اپنے لئے خاص کر لیا۔ تُو اسے نامرادوں میں سے نہ بنا۔

پس بشارت ہو ان بندوں کے لئے جن کا تو ربّ ہے۔ اور اس قوم کے لئے جن کا تُو مولا ہے۔ تیری رحمت تیرے غضب پر سبقت لے گئی اور تُو اپنے مخلص بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ پس تیرے لئے ہی حمد ہے اول بھی اور آخر بھی اور ہر آن بھی۔

(نورالحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۶)

پاک استعدادیں رکھنے والوں کے لئے روح القدس کے نزول کی دعا:

"خداتعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تامیں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خداتعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیّتِ تامّہ اور عبودیّتِ خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روحِ خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سومیں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنھوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدقِ قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خداتعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخلِ سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہو گا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس ربّ جلیل یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فَالْحَمْدُ لَهٗ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا ۔ اَسْلَمْنَا لَهٗ ۔ هُوَ مَوْلٰنا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صداقت کے لئے دعائے استخارہ مختلف جگہوں پر مختلف بیان فرمائی ہے اور بعض دفعہ خصوصاً علماء مخاطب ہیں جن کو قرآن کریم کی سورتیں یاد ہوتی ہیں اور پہلی دعائیں سمجھتا ہوں انہی کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اول توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو"۔

اب ظاہر ہے کہ اس میں علماء ہی مراد ہیں کیونکہ عامۃ الناس کو تو سورۃ یٰسین یاد نہیں ہوتی کہ وہ پہلی رکعت میں اتنی لمبی سورۃ کی تلاوت کر سکیں۔ ”اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو۔ بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تُو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب ہے اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین

یہ استخارہ کم از کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آ گئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حصہ پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بغض اور عناد سے دھو ڈال“۔(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۲۹)

دعائے مباہلہ: ”اے خدائے قادر و علیم! اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں نے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا اپنی طرف سے بنالیا ہے اور یہ تیرے الہامات نہیں جو اس اشتہار میں لکھے گئے ہیں بلکہ میرا افتراء ہیں یا شیطانی وساوس ہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو۔ لیکن اگر تُو جانتا ہے کہ میرا دعویٰ تیرے الہام سے ہے اور یہ سب الہامات تیرے الہامات ہیں جو اس اشتہار میں لکھے گئے ہیں۔ تو اِس مخالف کو جو اپنے اشتہار مباہلہ کے ذریعہ سے میری تکذیب کرتا اور مجھ کو کاذب جانتا ہے ایک سال کے عرصہ میں نہایت دُکھ کی مار میں مبتلا کر۔“(انجام آتھم مع ضمیمہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۱۔ صفحہ ۳۱۸)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ خدا نے اپنے عہد کو یاد کر کے لاکھوں انسانوں کو میری طرف رجوع دے دیا اور وہ مالی نصرتیں کیں جو کسی کے خواب و خیال میں نہ تھیں۔ پس اے مخالفو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ ذرا سوچو کہ کیا یہ انسانی مکر ہو سکتے ہیں۔ یہ وعدے تو براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں کئے گئے تھے جبکہ قوم کے سامنے ان کا ذکر کرنا بھی ہنسی کے لائق تھا اور میری حیثیت کا اس قدر بھی وزن نہ تھا جیسا کہ رائی کے دانے کا وزن ہوتا ہے۔ تم میں سے کون ہے جو مجھے اس بیان میں ملزم کر سکتا ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱۔ صفحہ ۹۰)

ایک دعا ہے شیعوں کے فتنہ کو دُور کرنے کے لئے: ”اے مالک و قادر خدا اب فضل کر اور رحم کر اور اس تفرقہ کو درمیان سے اٹھا اور سچ ظاہر کر اور جھوٹ کو نابود کر کہ سب قدرت اور طاقت

اور رحمت تیری ہی ہے۔ آمین آمین آمین"۔(سرالخلافة روحانی خزائن جلد ۸ صفحه ۴۱۴)

اب مجوزہ مباہلہ کی دعا: "مَیں چاہتا ہوں کہ مباہلہ کی بددعا کرنے کے وقت بعض اور مسلمان بھی حاضر ہو جائیں کیونکہ میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں اور نہ میں کافر ہوں۔ اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ سے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہیں تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جو ابتدائے دنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ اور آپ لوگ آمین کہیں۔ کیونکہ اگر مَیں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مرتد اور بے ایمان تو نہایت برے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ایسی زندگی سے بہزار دل بیزار ہوں اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کر دے گا۔ وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے مخالفوں کے دل کو بھی۔ بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبان کل ۱۰؍ ذیقعدہ کو دو بجے کے وقت عیدگاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں"۔(مجموعه اشتہارات جلد اول صفحه ۴۲۷)

عبدالحق غزنوی اور محمد حسین بٹالوی وغیرہ مخالفین کے خلاف بددعا: "بالآخر مَیں دعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر! اس ظالم اور سرکش اور فتّان پر لعنت کر اور ذلت کی مار اس پر ڈال جو اَب اس دعوتِ مباہلہ اور تقریرئ شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کہنے اور سب وشتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین"۔

(رساله موسوم به سچائی کا اظہار. روحانی خزائن جلد ٦ صفحه ٨٢)

ایک مخالفانہ اشتہار کی اشاعت پر اپنی ذات اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے درمیان فیصلہ کے لئے دعا: "مَیں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو مَیں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنّۃ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجّال اور مُفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰؍ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولیٰ اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے پندرہ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلّت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔

اے میرے آقا، میرے مولیٰ، میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تُو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو مَیں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵؍ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵؍ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلّت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور مَیں کذّاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین"۔(مجموعه اشتہارات جلد سوم صفحه ۲۰)

عبد الحق غزنوی سے مجوزہ مباہلہ کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مکتوب عبد الحق غزنوی کے نام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از طرف عاجز عبد اللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ ۔

میاں عبد الحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسبِ درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجّال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے" یعنی باہمی اتفاق سے۔" اور میرے امرتسر میں آنے کے لئے دو ہی غرضیں تھیں۔ ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔ مَیں بعد استخارہ مسنونہ انہیں دو غرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں۔ اور جماعت کے کثیر دوستوں کی جو میرے ساتھ کافر ٹھہرائی گئی ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں۔ اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔ مَیں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عید گاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (الاسراء:۳۷)۔ یہ بھی واضح رہے کہ میں ۱۵/ جون ۹۳ء کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نور الدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لئے جائیں گے۔ ہاں مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں صرف یہ دعا ہو گی کہ مَیں مسلمان اللہ رسول کا متبع ہوں۔ اگر مَیں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔ اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہو گی کہ یہ شخص در حقیقت کافر اور کذّاب اور دجّال اور مفتری ہے۔ اگر مَیں اس قول میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔ اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقویٰ کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جائے وہی لکھ دوں گا مگر اب ہرگز ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہ ہو گی۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ تَخَلَّفَ هُنَا وَمَاحَضَرَ فِيْ ذٰلِكَ التَّارِيْخِ وَالْيَوْمِ الْوَقْتِ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ششم حصہ اول صفحہ ۱۹۱،۱۹۲ ۔خط بنام مولوی عبدالحق غزنوی صاحب)

اب جنگ مقدس کے آخری دن کی کچھ روئیداد آپ کے سامنے رکھی جاتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہے اور اس میں دعا بھی ہے۔

"مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دینِ اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھلاؤ۔ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ مَیں قادرِ مطلق ہوں۔ نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ تھا۔ بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی ٹھیرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم مَیں اس کے لئے دعا کرتا رہا اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ تُو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ

انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے کو خدا مانتا ہے اس کی اس سے عزّت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۴۳۳،۴۳۴)

ہماری نئی نسل کو اس بات کا علم نہیں کہ جب آتھم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مناظرہ ختم ہوا تو عیسائیوں نے بڑی شرارت کے ساتھ بعض اندھے اور لنگڑے اور بہرے اکٹھے کئے اور ان کو آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں آپ کو سچا ماننے میں، لیکن ہمارا مسیح تو لنگڑوں کو ٹھیک کر دیا کرتا تھا، اندھوں کو دکھائی دینے لگتا تھا اس کی برکت سے، اور بہرے سننے لگتے تھے۔ تو اتنی سی بات ہے ذرا ان کو ٹھیک کر دیں تو ہم آپ کو تسلیم کر لیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو تمہارے مسیح نے یہ بھی تو کہا تھا کہ جو مجھ پر ایک رائی برابر بھی ایمان رکھتا ہے وہ یہ سارے معجزے دکھا سکے گا جو میں دکھا رہا ہوں۔ تو شکر ہے مجھے اندھوں کو اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اب تم میں اگر رائی برابر بھی مسیح کی صداقت پر ایمان ہے تو ان سب کو اچھا کر کے دکھاؤ۔ اتنی افراتفری پڑی کہ ان بیماروں لنگڑوں وغیرہ کو گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لے جانا پڑا کیونکہ ظاہر ہے کوئی ان کو اچھا نہیں کر سکتا تھا۔ تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں خدا تعالیٰ نے حیرت انگیز نشان دکھایا۔

پادری عبداللہ آتھم کے مقابل پر اشتہار انعامی دو ہزار برائے اظہار حق: "اب دعا پر ختم کرتا ہوں۔ اے حیّ وقیّوم حق کو ظاہر کر اور اپنے وعدے کے موافق جھوٹوں کو پامال کر دے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۵۸)

جان الیگزانڈر ڈوئی کے نام خط میں اس کے اور پگٹ کے بارہ میں دعا۔ ابھی حال ہی میں الیگزانڈر ڈوئی کی موت کا دن امریکہ میں منایا گیا۔ اور اَور بھی بہت سے ایسے رسائل اور اخبار اکٹھے ہوئے جن میں اس وقت کے زمانہ میں امریکہ کے تمام بڑے بڑے اخباروں نے کھلے بندوں یہ اقرار کیا کہ قادیان کا مسیح جیت گیا اور الیگزانڈر ڈوئی اسی طرح ہلاک ہوا جیسے اس نے پیشگوئی کی تھی۔ پہلے بھی بہت سے اخبارات ہماری طرف سے تراشوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے امریکہ کی جماعت نے کچھ مزید اخبار بھی اکٹھے کر لئے ہیں اور اس دفعہ الیگزانڈر ڈوئی کا دن احمدیت کے لحاظ سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا۔ چنانچہ یہ تحریر ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی:

"مَیں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہے گا یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ "جو انگلستان کا تھا۔" اور ڈوئی "جو امریکہ کا تھا۔" کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسان کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ سوائے ہمارے پیارے خدا ان کو اس مخلوق پرستی کے اثر سے رہائی بخش۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں۔ ان کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر۔ کیونکہ

سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے کسی انسان کے خون میں نجات نہیں۔ اے رحیم کریم خدا ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گزر گیا ہے۔ اب ان پر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھول دے۔ اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خون مسیح کے خیالات سے ان کو بچالے۔ اے قادر کریم خدا ان کے لئے میری دعا سن اور آسمان سے ان کے دلوں پر ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں۔ کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے۔ کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دیں گے۔ اور تیری آواز سنیں گے پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں۔ بلکہ ان پر رحم کر اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے۔ جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے تو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنی وحی سے مجھے وعدے دئے ہیں ان وعدوں کو تو ضرور پورا کرے گا کیونکہ تو ہمارا خدا صادق خدا ہے۔ اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے۔ بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں۔ سو میرا بہشت مجھے عطا کر۔ اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کر دے کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بے خبر ہیں۔ اے قادر کریم میری سن لے کہ تمام طاقتیں تجھ کو ہیں۔ آمین ثم آمین"۔

(مکتوبات احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مسیح موعود کے متعلق ...... یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا...... دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۱)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جبکہ ہم دکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں۔ اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے۔ اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اُس کی جناب میں تضرعات کریں اور اُس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بنا پر مَیں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تُو دعا کرے تو مَیں تیری سنوں گا۔ سو مَیں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رَبّ انّی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا۔ اور میرے لئے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔"

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵)

اب جماعت کے لئے ایک دعا ہے:۔ "میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا اور ان کے دلوں کو کھول دے گا۔ اب میں اسی قدر پر بس

کرتاہوں کہ جو مدعا میں نے پیش کیا ہے میری جماعت کو اس کے پورا کرنے کی توفیق دے اور ان کے مالوں میں برکت ڈالے۔ اور اس کارِ خیر کے لئے ان کے دلوں کو کھول دے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کی اصلاح کے لئے ایک بہت دردمندانہ دعا کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کے زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم رہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں نہیں دیکھتا۔ مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا، جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۴۲۵،۴۲۶)

جماعت کو ایک نصیحت ہے کہ اپنے سب بھائیوں کیلئے بھی دعا کرتے رہا کریں۔

"اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادمُ القوم ہونا مخدوم بننے کی

نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے''۔(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۴۴۲،۴۴۳)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی بیعت پر حضور نے اُن کے لئے جو دعا کی وہ یہ تھی:

''ثَبَّتَکُمْ عَلَی التَّقْوٰی وَالْاِیْمَانِ وَافْتَحْ لَکُمْ اَبْوَابَ الْخُلُوْصِ وَالْمَحَبَّۃِ وَالْفُرْقَانِ ۔ آمِیْن ثُمَّ آمِیْن ''۔ یعنی اللہ تمہارا دل تقویٰ اور ایمان پر ثابت قدم کر دے اور خلوص کے دروازے آپ پر کھول دے اور اپنی محبت عطا کرے اور فرقان نصیب فرمائے۔''اشتہار شرائط بیعت بھیجا جاتا ہے۔ جہاں تک وسعت و طاقت ہو اس پر پابند ہوں۔ اور کمزوری کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے رہیں۔ اپنے ربّ کریم سے مناجات خلوت کی مداومت رکھیں۔ اور ہمیشہ طلبِ قوت کرتے رہیں۔ ...... بے وقوف وہ شخص ہے جو اس سے (یعنی اس دنیا سے) دل لگاوے۔ اور نادان ہے وہ آدمی جو اس کے لئے اپنے رب کریم کو ناراض کرے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ تا غیب سے قوت پاؤ۔ دعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔ جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے کچھ بھی چیز نہیں۔ جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فرض کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ جیسے ایک ادنیٰ بندہ ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرو''۔ دعا یہ کرو:

''اے رب العالمین! تیرے احسان کا مَیں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت رحیم و کریم ہے۔ اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما۔ اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جاوے۔ میں تیرے وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دین و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین''۔(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ ۴،۵،۲)

آپ تعزیت کے خطوط کس قسم کے لکھا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک خط ہے جو حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی پہلی اہلیہ کی وفات پر ان کو لکھا گیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا اور ان الفاظ میں تعزیت فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے اور اس کے عوض کوئی آپ کو بھاری خوشی بخشے''۔ اب یہ کیسی عظیم الشان دعا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک تعزیت بھی اسی نوع کی تھی۔ وہ بھاری خوشی یہ تھی کہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی شادی ہو گئی۔ ''اس کے عوض کوئی آپ کو بھاری خوشی بخشے۔ میں اس درد کو محسوس کرتا ہوں جو اس ناگہانی مصیبت سے آپ کو پہنچا ہو گا۔ اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ آئندہ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے آپ کو بچائے اور پردہ غیب سے اسباب راحت آپ کے لئے میسر کرے۔ میرا اس وقت آپ کے درد سے دل دردناک ہے اور سینہ غم سے بھرا ہے۔ خیال آتا ہے کہ دنیا کیسی بے بنیاد ہے۔ ایک دم میں ایسا گھر کہ عزیزوں اور پیاروں سے بھرا ہوا ہو ویران بیابان دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس رفیق کو غریق رحمت کرے اور اس کی اولاد کو عمر اور اقبال اور سعادت بخشے۔ لازم ہے کہ ہمیشہ ان کو دعائے مغفرت میں یاد رکھیں''۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ ۹۳،۹۴)

حضرت چودھری رستم علی صاحبؓ کے نام دعائیہ خطوط سے یہ مختصر سا اقتباس ہے: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:-

"آپ کے لئے دعا کی ہے۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت محمود کرے۔"

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۳۔ صفحہ ۳)

نیز آپ کو ایک خط میں یہ بھی تحریر فرمایا:-

"دنیا مقام غفلت ہے۔ بڑے نیک قسمت آدمی اس غفلت خانہ میں رو بحق ہوتے ہیں۔ استغفار پڑھتے رہیں اور اللہ جلّشانہ سے مدد چاہیں۔ یہ عاجز آپ کو دعا میں فراموش نہیں کرتا۔ ترتیبِ اثر وقت پر موقوف ہے۔ اللہ جلّشانہ آپ کو دنیا و آخرت میں توفیق خیرات بخشے۔"

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۳۔ صفحہ ۵)

آپؓ کے بیٹے کی وفات پر تعزیت فرماتے ہوئے لکھا:-"اللہ تعالیٰ آپ کو اس رنج کے عوض میں راحتِ دلی سے متمتع کرے۔ آمین"۔(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۳۔ صفحہ ۲)

اسی طرح آپ کے نام ایک اور خط میں تحریر فرمایا:-

"خدا تعالیٰ آپ کو مکروہات زمانہ سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ یہ عاجز آپ کے لئے اور چودھری محمد بخش صاحب کے لئے دعا میں مشغول ہے۔ خیر وعافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۳۔ صفحہ ۷)

پھر ایک اَور خط میں آپ کے نام لکھتے ہیں کہ :-"مَیں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم جلّشانہ آپ کو تردّداتِ پیش آمدہ سے مخلصی عطا فرماوے۔"

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۳۔ صفحہ ۱۵)

رسالہ "سراج منیر" پر جو آپ نے مالی معاونت کی تھی اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں: "آپ کی ہمدردی دینی کے معلوم کرنے سے بار بار آپ کے لئے دعا نکلتی ہے کہ خداوند کریم جلّشانہ آپ کو محمود الدّنیا والعاقبت کرے۔"

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد ۵ نمبر ۳۔ صفحہ ۵۳)

اب یہ اقتباس میں آخری پیش کر دیتا ہوں۔ پھر نماز کا وقت ہو رہا ہے:-

"مَیں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو مَیں اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مَیں اپنے اُس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہوں گا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ فَالحَمْدُ لِلّٰہ اَوَّلاً وَ آخرًا وَظَاھِرًا وَبَاطِنًا ھُوَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْر۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ مَیں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اُتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور مَیں اُس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی علم نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۹۴،۲۹۵)

قریش مکہ کی اسمبلی کا فیصلہ اور ہجرت نبوی

(۷/ ستمبر تا ۲۰/ ستمبر ۶۲۲ء)

(دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت)

مدینہ منورہ میں اسلام کی پہلی مثالی سلطنت کا قیام حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقانیت کا ایک بھاری معجزہ اور خارق عادت نشان ہے جس کی عظمت وجلالیت کا حقیقی تصور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پس منظر کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے ہجرت مدینہ کے واقعات اور خصوصاً کفار مکہ کے اس ظالمانہ اور انسانیت سوز فیصلہ کی جزئیات و تفصیلات پر بھی تحقیقی نظر ڈالی جائے۔ جوانہوں نے نبوت کے تیرھویں سال دارالندوہ میں کیا تھا۔

دارالندوہ خانہ کعبہ کے قریب ایک قومی عمارت تھی جو قریش کے مورث اعلیٰ قُصَیّ بِن کِلَاب بِن مُرّہ نے قریباً ۴۴۰ عیسوی میں حکمران ہونے کے بعد تعمیر کروائی تھی۔ اس کا دروازہ خانہ کعبہ میں کھلتا تھا اور اس میں صرف قریش کے عمائد و رؤساء ہی اہم قومی مشوروں کے لئے جمع ہو سکتے تھے جن میں چالیس سال سے کم عمر رکھنے والوں کا داخلہ ممنوع تھا۔

(تاریخ الاسلام السیاسی ۔ الجزء الاول صفحہ ۷۰۔ تالیف ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن پروفیسر تاریخ اسلامی مصر۔ طبع اول ۱۹۳۵ء۔ العرب قبل الاسلام از جرجی زیدان الجزء الاول صفحہ ۲۴۲ ۔مطبوعہ ۱۹۰۸ء بمصر)

جمہوری حکومت

مصر کے ممتاز مؤرخ الدکتور حسن ابراہیم حسن قریش کے نظام حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسّست حکومت جمہوریۃ من نوع الحکومات التی کانت منتشرۃ فی بلاد العرب"۔ یعنی بنوکنانہ (قریش اسی قبیلہ کی ایک شاخ ہیں) نے ان حکومتوں کی طرز پر جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی جو بلاد عرب میں متفرق طور پر موجود تھیں۔ (تاریخ الاسلام السیاسی صفحہ ۶۸)

مشرکین مکہ نے جب دیکھا کہ مظلوم، بیکس اور نہتے مسلمانوں کو جنہیں وہ صابی کے حقارت آمیز نام سے پکارنے میں عزت محسوس کرتے تھے، کے خلاف قتل و غارت، ایذا رسانی ،ہنگامے، مظاہرے، بدزبانیاں اور بائیکاٹ القصہ سب تشدد انگیز حربے بری طرح ناکام ہو چکے ہیں اور یہ لوگ ہر نوع کی قربانی کے باوجود اپنے دین پر ڈٹ گئے ہیں اور مدینہ اور اس کے ماحول میں اسلام کی شان و شوکت اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو وہ سخت دہشت زدہ اور غضبناک ہو گئے اور انتقامی روح نے ان کے اندر زبردست آگ لگادی۔

دارالنّدوہ میں اجتماع

جیسا کہ علامہ حضرت ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ہجری) نے اپنی تاریخ طبری میں لکھا ہے: "اس مرحلہ پر تمام رؤساء قریش وصنادید مکہ کا دارالندوہ میں خصوصی اجتماع ہوا جس میں ہر قبیلہ کے ارباب حل وعقد شامل ہوئے۔ حضرت علامہ ابن قیم جوزی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) زادالمعاد میں فرماتے ہیں: "لَمْ یَتَخَلَّفْ اَحدٌ مِنْ اَھْلِ الرَّاْیِ وَالْحِجیٰ مِنْھُمْ لِیَتَشَاور فِی اَمْرِہٖ"۔ یعنی اہل رائے اور کارپردازان میں سے کوئی بھی آنحضرت ﷺ کے خلاف مشورہ سے باہر نہیں رہا۔ مؤرخین نے شریک اجلاس ہونے والوں کی تعداد ایک سو کے قریب بیان کی ہے۔ بہ الفاظ دیگر یہ مکہ کے عوام کا ایک نمائندہ اجتماع تھا جو ان کی امنگوں اور خواہشات کا آئینہ دار تھا جو "صابیوں" کے تیرہ سالہ مسئلہ کو فوری طور پر حل کرنے کے لئے خدا کے پہلے گھر کے سایہ تلے مکہ کی پاک سرزمین میں منعقد کیا گیا۔

نجد کی مداخلت

یہ اجتماع اگرچہ وسط حجاز میں واقع مرکزی قبائلی حکومت کے مندوبین کا تھا اس میں نجد نے بھی بالواسطہ طور پر مداخلت کی۔ چنانچہ تاریخ اسلام کے قدیم لٹریچر میں یہ روایت بڑی کثرت اور تواتر اور وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ ایک جبّہ پوش، شیطان سیرت بوڑھا شیخ نجدی بھی اس خفیہ کارروائی میں شروع ہی سے شامل ہو گیا تھا۔ یہ بوڑھا نجدی کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟ کب مکہ میں آیا؟ کس راہ سے سفر کر کے پہنچا، مکہ والوں کی قومی مجلس شوریٰ میں کیونکر داخل ہونے میں کامیاب ہوا؟ اسے مشورہ دینے کا حق کیسے دیا گیا؟ یہ شخص ذاتی حیثیت سے آیا تھا یا نجد کے کسی قبیلہ (مثلاً غطفان، ہوازن، سلیم، حطیم)۔ آنحضرتؐ کو اس قبیلہ کی سرکوبی کے لئے مع صحابہؓ سن ۴ ہجری میں نجد تشریف لے جانا پڑا تھا) کا نمائندہ تھا یا مدینہ اور خیبر کے اردگرد آباد یہودیوں کا ایجنٹ تھا؟ تاریخ اس بارے میں آج تک خاموش ہے۔ ممکن ہے جس وقت مسلمان اسرائیلی مملکت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور یہودیوں کی خباثتوں اور شرارتوں کا پرانا ریکارڈ فراہم ہو جائے تو اس پُراسرار واقعہ کی گمشدہ کڑیوں کا بھی کوئی سراغ مل جائے!۔

ابوجہل کا مشورہ

دارالندوہ میں متعدد مطالبات پیش کئے گئے۔ بعض نے آنحضرتؐ کو مکہ سے خارج کرنے اور بعض نے نظر بند کردینے کا مشورہ دیا۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ ہر قبیلہ کے منتخب نوجوان ایک

ہی بار محمد (ﷺ) کا کام تمام کردیں۔ آل ہاشم کو سب عرب قبائل کے خلاف جنگ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ **اس لئے ہم سب اس کا خون بہا ادا کریں** گے۔ قانونی اغراض بھی پوری ہو جائیں گی اور ہمارا "دین ابراہیمی" بھی اس نئے مدعی نبوت سے محفوظ ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے ابو جہل کی پرزور تائید کی اور کہا کہ یہ شخص صائب الرائے ہے اور اس کی تجویز قابل عمل بھی ہے۔ اس پر تمام لوگوں نے بہ اتفاق رائے اس کے حق میں ووٹ دیا۔ چنانچہ طبری میں لکھا ہے "وهم مجمعون له" اور "زاد المعاد" کے الفاظ میں "واجتمعوا عليه" یہ ان کا اجتماعی فیصلہ تھا۔

قرآن مجید میں ذکر

قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔ وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُالْمٰكِرِيْنَ۔ (الانفال: ۳۱)

یا رسول اللہ! اس وقت کو یاد کرو جب کفار تیرے متعلق تدبیریں کر رہے تھے تاکہ تجھے ایک جگہ محصور کر دیں یا قتل کر دیں یا مکہ سے خارج کر دیں۔ وہ بھی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیریں کر رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

وحی کے مطابق ہجرت کی تیاری

ادھر دشمنان اسلام نے یہ سازش کی۔ ادھر خدائے علیم و خبیر نے محمد عربی ﷺ کو بذریعہ وحی اس شرمناک منصوبہ سے آگاہ فرما دیا اور یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ آپ آج کی رات مکہ میں نہ گزاریں۔

حاکم نے مستدرک جلد ۳ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا کہ ہجرت میں میرا ساتھی کون ہوگا؟ جواب دیا ابو بکر صدیقؓ۔

چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں فرمان خداوندی سے اطلاع دی اور ان کو ہجرت کے جملہ ضروری انتظامات مکمل کرنے اور رات کو تیار رہنے کی ہدایت دے کر اپنے کاشانہ مبارک میں پہنچے اور اسد اللہ الغالب حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اہل مکہ کی امانتیں سپرد کر کے ان کو اپنے بستر پر سو جانے کا ارشاد فرمایا۔

مکان مبارک کا محاصرہ

دار الندوہ کی قرارداد کو فی الفور نافذ کرنے کے لئے مختلف قبیلوں کے چنیدہ جنگجو اور مسلح نوجوانوں نے شہنشاہ نبوت ﷺ کو گھیرے میں لے لیا تاکہ **آپؐ جونہی باہر آئیں حملہ کر کے قتل کر دیا جائے۔** ان ظالموں نے جو اپنے ناپاک ارادہ کو جلد تر تکمیل کرنا چاہتے تھے **آنحضرت ﷺ پر پتھر بھی پھینکے۔** جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں بروایت حضرت ابن عباس منقول ہے (الفتح الربانی جلد ۲۰ ابواب ہجرت النبی)۔ حضرت علامہ حسین بن محمد الدیار بکری سمہوزی (متوفی ۹۲۰ھ) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ جلد اول صفحہ ۱۶۹ پر لکھتے ہیں کہ:

دوران محاصرہ بدبخت لعین ابو جہل نے طنزاً کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو کہا کرتا ہے کہ اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور آخرت میں تمہیں باغات ملیں گے، جن سے تم کھاؤ گے اور اگر تم پیروی نہیں کرو گے تو دنیا میں ہلاکت کا شکار ہو گے۔ اور قیامت کو آگ میں پڑو گے۔ آنحضرت ﷺ کے کانوں تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا:

"ہاں! خدا کی قسم! میں اب بھی یہی کہتا ہوں اور ایسا ہی ہوگا اور تم انہی میں شامل ہو"۔

غار ثور تک

اس مہیب اور خطرناک ماحول میں جبکہ رات کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی تھی اور مسلح دشمن تلواریں سونتے کھڑے تھے خدا تعالیٰ نے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں ذکر ہے ان سب اشقیاء کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرتؐ ان کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے اور کامل سکون، غیر معمولی وقار اور بے مثال توکل کے ساتھ مکہ کی پیاری گلیوں میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں پہنچے اور کچھ وقت ان کے ہاں ٹھہرنے کے بعد ان کو ساتھ لیا اور یمن جانے والے راستہ پر جبل الثور کی طرف چل پڑے۔ (طبقات ابن سعد باب ہجرۃ النبیؐ تالیف علامہ محمد بن سعد (۱۶۸ھ تا ۲۳۰ھ) جو مکہ سے قریباً ساڑھے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک اونچا پہاڑ ہے جس کی چوٹی سے بحر احمر بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔ (امرأة الحرمين جلد ۱ تالیف ابراہیم رفعت پاشا طبع اول ۱۹۲۵ء)۔

آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھی پہاڑ کے دشوار گزار پر پیچ اور کھردرے پتھروں میں سے ہوتے ہوئے اس کی بلند چوٹی تک پہنچے اور پھر اس میں واقع غار ثور میں داخل ہو گئے۔

حفاظت کے لئے غیبی سامان

بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ جل شانہ نے اپنے نبی معصومؐ کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع اپنے رفیق کے مخفی تھے۔ مگر وہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دئے اور اس طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اس گھر پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکہ میں پڑ کر ناکام واپس چلے گئے"۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲)

مندرجہ بالا معجزے کا ذکر تاریخ اسلام کے جملہ قدیم ماخذوں میں موجود ہے۔ **خدائی حکمتوں اور** قدرتوں کی بھی کیا شان ہے کہ اس نے شہ لولاکؐ

کی حفاظت کا کام تار عنکبوت جیسی کمزور چیز سے لے کر دکھلا دیا اور زوروں والے بے نیل مرام پلٹ آئے۔فتبارك الله احسن الخالقين

کمال شجاعت اور عدیم المثال توکل

دنیائے اسلام کے لئے یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین مرحلہ تھا جہاں سے یا تو اسلامی حکومت کی بنیاد پڑنے والی تھی یا اس کا خاتمہ ہونے والا تھا۔ خون کا پیاسا دشمن غار پر آن پہنچا اور مختلف قسم کی تدبیریں کرنے لگا تھا۔ بعض کہتے تھے کہ اس غار کی تلاش کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک آ کے ختم ہو جاتے ہیں لیکن ان میں سے بعض کہتے تھے کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گیا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے، کبوتر نے انڈے دئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی آوازیں اندر پہنچ رہی تھیں اور حضور صاف ان کو سُن رہے تھے۔ اس عالم میں حضرت ابو بکرؓ صدیق نے عرض کی کہ یارسول اللہ !اب تو دشمن سر پر آ پہنچے ہیں اور اگر کسی نے ذرا نیچے نگاہ کی تو وہ دیکھ لے گا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا کمال شجاعت دیکھو! کہ دشمن سر پر ہے مگر آپؐ اپنے رفیق صادق سے فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ:۴۰)۔ کچھ غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

غار ثور سے روانگی

احادیث صحیحہ اور تواریخ کی یقینی اور قطعی شہادت کے مطابق ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم (فداہ ابی وامی) تین راتیں غار ثور میں پناہ گزیں رہے اور چوتھے روز علی الصبح مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غار ثور سے آنحضور ﷺ کی روانگی کس تاریخ کو عمل میں آئی ؟اس بارہ میں بہت اختلاف ہے اور کتب سیر و تواریخ اور روایات واقوال کی بنیاد پر حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے ۔البتہ دسویں صدی ہجری کے نامور مؤرخ اور فقیہ حضرت الشیخ حسین بن محمد نے اپنی تحقیق کا نچوڑ درج ذیل الفاظ میں پیش کر کے ہمیں حقیقت کے بہت قریب لا کھڑا کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"السنة الاولىٰ من الهجرة وهى السنة التى فى الثامن و العشرين من صفرها او فى غرّة ربيع الاول منها وقت الهجرة الى المدينة"۔

(تاريخ الخميس جلد اول صفحه ۳۲۳ طبع اول ۱۳۰۲ھ)۔

یعنی ہجرت کا پہلا سال یہ وہ سال ہے جس کی ۲۸/صفر یا یکم ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت امام شیخ حسین بن محمد کا یکم ربیع الاول پر ۲۸/صفر کو مقدم کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے نزدیک ۲۸/صفر کی تاریخ زیادہ قرین قیاس، صحیح، وقیع اور مستند ہے۔

اب اگر ہم مصری ہیئت دان اور ماہر فلکیات علامہ محمد مختار پاشا کی مشہور کتاب التوفيقات الالهاميه کی روشنی میں ۲۸/صفر سن ایک ہجری کو شمسی تاریخ میں تبدیل کریں تو یہ ۱۱/ستمبر ۶۲۲ء بنتی ہے ۔اس حساب سے پیغمبر خدا ﷺ ۸، ۹، ۱۰ستمبر کو غار ثور میں جاگزیں رہے ۔ ۷، ۸ستمبر کی درمیانی شب سفر میں گزری اور ۷/ستمبر کو دوپہر کے قریب دار الندوہ (با الفاظ علامہ عبدالله العمادی قریش کے "ایوان حکومت")(ترجمہ طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۰۵) میں آپ کو شہید کرنے کا رسوائے عالم فیصلہ کیا گیا۔

سراقہ بن مالک کا تعاقب

غار ثور سے روانگی کے بعد بنو مدلج کے امیر و رئیس سراقہ بن مالک کے تعاقب کا واقعہ پیش آیا۔ قریش نے آنحضرت کو پکڑنے کے لئے سو اونٹوں کا انعام مقرر کر دیا تھا۔ سراقہ اسی انعام کے لالچ میں مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا۔ جب وہ اتفاقاً آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو حضرت ممدوح کی بددعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سُم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا۔ اور پھر وہ آنحضرت ﷺ سے پناہ مانگ کر عفو تقصیر کے بعد لوٹ گیا۔

تاریخوں میں مزید لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے نہ صرف اسے امن کی تحریر لکھوا کر دی بلکہ اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: سراقہ تمہارا کیا ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ (شہنشاہ ایران) کے کنگن ہوں گے۔ حضورؐ کی یہ پیشگوئی حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت عہدِ خلافت میں حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی۔ جب ایران پر اسلام کا پرچم لہرایا تو سراقہ کو سچ مچ کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ابو جہل اور سراقہ کی مراسلت

سراقہ بن مالک نے کئی روز تک آنحضورؐ سے ملاقات کا یہ ایمان افروز واقعہ لوگوں پر مخفی رکھا لیکن جونہی آنحضرتؐ کے مدینہ منورہ پہنچنے کی قطعی اطلاع ان کو پہنچی انہوں نے اس کا انکشاف کر دیا۔ جب اس بات کے عام چرچے ہونے لگے تو رؤسائے قریش کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں لوگوں کی بڑی تعداد "صابی" یعنی مسلمان نہ ہو جائے۔ اس پر ابو جہل نے سراقہ کو حسب ذیل دو شعر لکھ بھیجے۔

بنى مدلج انى اخاف سفيهكم
سراقة مستغوٍ لنصر محمدٍ
عليكم به ان لا يفرق جمعكم
فيصبح شتّى بعد عزٍ و مسئود

اے بنی مدلج میں تمہارے احمق سردار سراقہ سے ڈرتا ہوں جو لوگوں کو محمد کی مدد کے لئے برانگیختہ کرنے والا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنی جمعیت میں انتشار پیدا نہ کرو۔ ورنہ عزت وسیادت کے بعد تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا۔

سراقہ بن مالک نے ان اشعار کا یوں جواب دیا:

اَبَا حَكَمٍ! وَاللّٰهِ لوكنتَ شَاهِدًا
لِاَمْرِ جَوَادِي اِذْ تَسوخ قَوَائِمُهٗ
عجبتَ ولَم تشكك بِاَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُوْلٌ وبُرهانٌ فمن ذا يُقَاوِمُهٗ

اے ابوالحکم ! اگر تو میرے گھوڑے کی ٹانگوں کے دھنس جانے کا واقعہ مشاہدہ کرلیتا تو بخدا حیرت زدہ رہ جاتا۔ اور محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے میں قطعاً شک نہ کر سکتا۔ آپؐ تو مجسم بُرہان ہیں۔ پس کون ہے جو آپ کے سامنے دم مار سکے۔ (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل جلد ۲۰ صفحہ ۲۸۸)

اسی سلسلہ میں مزید لکھا ہے۔

علیك یکف القوم عنه فاننی
اخال لنا یوماً مستبد و معالمه

تجھے چاہئے کہ اپنی قوم کو آپؐ کا مقابلہ کرنے سے روک دے کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ آنحضرتؐ (کی فتح وظفر) کے جھنڈے عنقریب لہرانے لگیں گے۔ (ایضا)

قبا میں آمد

آنحضرت ﷺ عسفان، امج، قدید، خرار، جناجہ اور عرج وغیرہ مقامات سے ہوتے ہوئے اور قریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد قبا میں جلوہ افروز ہوئے جو مدینہ منورہ سے تین میل پر ایک بالائی آبادی ہے۔ متواتر رویات کے مطابق یہاں حضورؐ کی تشریف آوری ۸؍ربیع الاول سن ایک ہجری مطابق ۲۰؍ستمبر ۶۲۲ء بروز دوشنبہ ہوئی۔

("سیرت خاتم النبیین" از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ طبع جدید۔ صفحہ ۲۶۵،۲۶۴)

قبا میں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے جن میں سب سے ممتاز حضرت عمرو بن عوف کا خاندان تھا۔ اکثر صحابہؓ جو مظالم قریش سے تنگ ہو کر ہجرت کر آئے تھے انہی کے ہاں مقیم تھے۔ آنحضور ﷺ نے بھی ازراہ شفقت اسی مبارک خاندان کو شرف مہمان نوازی بخشا۔ قبا میں قیام کے دوران کا قابل ذکر واقعہ مسجد قبا کی تعمیر ہے جو اسلام کی پہلی تاریخی مسجد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بنفس نفیس اس کی تعمیر میں سرگرم حصہ لیا اور دوسرے صحابہؓ کے ساتھ پتھر اٹھائے۔

آفتاب رسالت کا طلوع

مؤرخین اور سیرت نگار اکثر و بیشتر اس رائے پر متفق ہیں کہ آنحضرتؐ کا قبا میں عرصہ قیام صرف چار دن تھا مگر صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے چودہ دن لکھے ہیں۔ حضرت انسؓ بن مالک کی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

(عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴۔ وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفی جلد اول)

اس حساب کی رو سے افق یثرب پر آفتاب رسالت کا طلوع ۲۲؍ربیع الاول سن ایک ہجری مطابق ۴؍اکتوبر ۶۲۲ء بروز سوموار ہوا۔ اس قدیم شہر کی بنیاد عمالیق نے رکھی اور اس کی تعمیر کا زمانہ ۱۶۰۰ قبل مسیح اور ۲۲۰۰ قبل مسیح کے درمیان ہے۔

(ارض القرآن صفحہ ۹۹ از علامہ سلیمان ندوی)

والہانہ استقبال

آنحضرتؐ کے داخل یثرب ہونے سے اسلام کے جدید اور انقلابی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مبارک دن مدینہ والوں کے لئے جشن عید سے کہیں بڑھ کر تھا۔ حضور ﷺ کی آمد کا کئی ایام سے نہایت شدت اور بیتابی سے انتظار ہو رہا تھا۔ جونہی آپؐ مدینہ کی سرزمین میں داخل ہوئے، مدینہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور پوری آبادی جان و دل فراش راہ کئے استقبال کے لئے امڈ آئی۔ قریباً پانچ سو انصاری بزرگوں نے آگے بڑھ کر آپؐ کے مقدس قافلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔

اس وقت مسلمان خواتین اور بچیاں اپنے گھروں کی چھتوں پر یہ اشعار گا رہی تھیں ۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی چودھویں کا چاند وداع کے موڑ پر چڑھا ہے اور جب تک خدا کی طرف سے دنیا میں کوئی منادی موجود رہے ہم پر اس کے احسان کا شکر واجب ہے۔ اے وہ جس کو خدا نے ہم پر مبعوث فرمایا ہے تو وہ امر لے کے آیا ہے جس کی پوری اطاعت کی جائے گی۔

پورا مدینہ اس پیارے نغمہ سے گونج اٹھا۔ اس دن مسلمان بچوں کی خوشیوں کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ گلی کوچوں میں "جَاءَ مُحَمَّد" اور "جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰه" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ سیدنا بلال کے ہم وطن افریقن غلام بھی اس مقدس تقریب کی مسرتوں میں برابر شامل تھے اور اپنی محبت و عقیدت کے اظہار کے لئے تلوار کے کرتب دکھاتے پھر رہے تھے۔ انصار مدینہ حضورؐ کا پرانوار اور حسین و جمیل اور مبارک چہرہ دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہوئے جاتے تھے۔ انہوں نے خدا کا عملی شکر بجا لانے کے لئے اونٹوں اور گائیوں کی قربانیاں دیں۔

(الفتح الربانی جلد ۲۰ ترتیب مسند احمد بن حنبل)

جب حضور شہر کے اندر داخل ہوئے تو ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ حضورؐ اس کے پاس قیام فرمائیں۔ حضور کی اونٹنی قصوا بنی نجار کے محلّہ میں پہنچی۔ اس جگہ بنو نجار کے قدوسی ہتھیاروں سے سجے ہوئے قطار در قطار آپ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے اور ان میں سے ہر ایک خواہشمند تھا کہ کاش اس کو حضورؐ کی میزبانی کا اعزاز نصیب ہو جائے۔ یہ ذوق و شوق اب ایسے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا کہ بعض عشاق رسول فرط عقیدت اور جوش محبت میں آپؐ کی اونٹنی کی باگوں کو پکڑ لیتے تھے اور التجا کرتے کہ آقا ہمارے گھر حاضر ہیں۔ حضورؐ ان کے اخلاص کو دیکھتے اور "بارَكَ اللّٰهُ فِیکُم" کے دعائیہ کلمات سے ان کا شکریہ ادا کرتے۔ نیز فرماتے "میری اونٹنی کو چھوڑ دو"، یہ اس وقت مامور ہے۔

رفتہ رفتہ اونٹنی آگے بڑھی اور تھوڑی دیر میں خراماں خراماں چلتے ہوئے جب اس جگہ میں پہنچی جہاں بعد میں مسجد نبوی اور حضورؐ کے حجرے تعمیر ہوئے تو وہاں بیٹھ گئی۔ پھر فوراً اٹھی اور آگے کی طرف چلنے لگی۔ مگر چند قدم جا کر پھر لوٹ آئی اور دوبارہ اسی جگہ پر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا:

"ھٰذا اِنشَاءَ اللّٰہُ الْمَنزِل"

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ خدائی مشیت کے مطابق یہی ہماری منزل ہے۔

اور پھر دعا کرتے ہوئے اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور یثرب کو اپنے مبارک قدموں سے برکت بخشی۔ (وفا، الوفا، صفحہ ۱۸۳، ۱۸۷) اور یہ مقدس شہر مدینۃ النبیؐ کے نام سے موسوم ہونے لگا۔

خادم الرسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جنہوں نے اس دن خدا کے رسول، نبیوں کے سرتاج اور رسولوں کے فخر محمد مصطفیٰ ﷺ کا شاندار استقبال کیا تھا۔ آپ اس یادگار دن کے پرکیف اور روح پرور نظارے کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ:

"فَمَا رَاَیْتُ یَوْمًا قَطُّ اَنْوَرَ وَ اَحْسَنَ مِنْ یَوْمٍ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اَبُوْبَکْرٍ الْمَدِیْنَۃَ"۔

(الفتح الربانی جلد ۲۰)

میں نے اپنی زندگی میں اس دن سے زیادہ نورانی اور حسین دن نہیں دیکھا جس دن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ میں قدم مبارک رکھے۔

پھر فرماتے ہیں:

" لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ مَکَّۃَ اَظْلَمَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ اَضَآءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ"۔ (وفا الوفاء، صفحہ ۱۸۷)

"وَاللّٰہِ لَقَدْ اَضَآءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ"۔ (ایضاً)

یعنی جس وقت حضرت رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تو ہر چیز تاریک ہو گئی۔ مگر جب آپ داخل مدینہ ہوئے تو خدا کی قسم ہر چیز نور سے جگمگا اٹھی"۔ اور یہ قدیم نوشتہ پورا ہوا کہ:

"جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے اور ہماری نظر میں عجیب ہے"۔ (متی ۴۲:۲۱)

وصَلِّ اللّٰہ عَلَیْکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہ۔

ہر وہ شادی جس میں قول سدید سے کام لیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب ہوتی ہے۔ اور جہاں چیزیں چھپائی جائیں اور مخفی رکھی جائیں وہاں شادیاں بالآخر ناکامی پر منتج ہوا کرتی ہیں۔

(خطبہ نکاح فرمودہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(لندن یکم مئی ۲۰۰۰ء): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں بعد نماز عصر پانچ نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ حضور انور نے مسنون آیات کی تلاوت کے بعد مختصر خطبہ نکاح بھی ارشاد فرمایا جس میں فریقین کو قیمتی نصائح فرمائیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ جن آیات کریمہ کی مَیں نے تلاوت کی ہے، حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نکاح کے موقع پر اُن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہ مختلف آیات کا حیرت انگیز اجتماع ہے جن میں ابتدائے آفرینش کا بھی ذکر ہے کہ انسان کو ایک ہی جان سے اس طرح پیدا کیا گیا کہ نر و مادہ کی تمیز نہیں تھی اور پھر اُسی سے اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے اور دنیا میں پھیلا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ تم سب پر نگران ہے۔ اس لئے دونوں فریقوں کو جنہیں رشتوں میں باندھا جا رہا ہے انہیں اُس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

پھر دوسری آیت کریمہ میں نکاح کی کامیابی کا مرکزی نکتہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ قول سدید سے کام لو۔ ہر وہ شادی جس میں قول سدید سے کام لیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب ہوتی ہے۔ اور جہاں چیزیں چھپائی جائیں اور مخفی رکھی جائیں وہاں شادیاں بالآخر ناکامی پر منتج ہوا کرتی ہیں۔ اور اس کیلئے اللہ کا تقویٰ بہت ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر تم میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں اور تم نے قول سدید سے کام لیتے ہوئے اُن کو ظاہر کر دیا تو یقین رکھو کہ اللہ اُن کمزوریوں کو دور بھی کر سکتا ہے اور پھر تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف بھی کر سکتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ جو بھی اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرے گا اُس کو بہت بڑے بڑے درجات عطا کئے جائیں گے۔

اگلی آیت میں خبردار کیا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ یہیں ختم ہو جائے گا بلکہ آئندہ نسلوں میں تمہارے اعمال جاری رہیں گے اور خبردار رہو کہ ان اعمال کے بد نتیجے بھی نکل سکتے ہیں جو قیامت تک ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور اچھے نتیجے بھی نکل سکتے ہیں جو قیامت تک ظاہر ہوتے چلے جائیں گے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ان آیات کا ایسا کامل اجتماع ہے کہ جس کی ادنیٰ مثال بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ ان میں تقویٰ کا چار دفعہ ذکر ہے۔ گویا چار گیٹ (Gate) لگائے گئے ہیں کہ اگر کوئی بارات ان میں سے گزرے گی تو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھے گی۔

مرتبہ: فرید احمد ناصر صاحب

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی احباب جماعت کو نصائح

جماعت کے لئے نصیحت

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

"میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے' اسی قدر مواخذہ کے قابل ہے۔ اہلبیت زیادہ مواخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہیں' وہ قابل مواخذہ نہیں' لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں ان پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں' تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیر نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسوسوں کی طرح تمہاری حرکات و سکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ (-) جب آپ لوگ ویسے نہیں' تو قابل گرفت ہیں۔ گو یہ ابتدائی حالت ہے' لیکن موت کا کیا اعتبار ہے۔ موت ایک ایسا ناگزیر امر ہے جو ہر شخص کو پیش آتا ہے جب یہ حالت ہے' تو پھر آپ کیوں غافل ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا' تو یہ امر دوسرا ہے (-) کیا صحابہؓ نے کبھی صدق و وفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا۔ ان میں کوئی کسل تھا۔ کیا وہ دل آزار تھے؟ کیا ان کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے' بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے' کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ' تو گھبراؤ نہیں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخمریزی کی طرح تھے۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا۔ جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو' تہجد میں اٹھو' دعا کرو' دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو ورد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجاء خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے ناامید مت ہو۔"

(ملفوظات جلد اول ص 28)

اپنی نیکیوں پر غرور مت کرو

"ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اپنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا' چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔

تقویٰ کا مضمون باریک ہے۔ اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا اس کے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تو نے قلم چرایا ہے تو تو کیوں غصہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے۔ یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رو بحق نہ تھا۔ جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اس واسطے تم الہامات اور رویاء کے پیچھے نہ پڑو' بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔ جو متقی ہے' اسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں' تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں' ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو' بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کرکے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے' سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں (-) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے (-) جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنالے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے' تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے۔ لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔"

(ملفوظات جلد اول ص 512' 513)

میری باتوں کو ضائع نہ کریں

"میں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سن رکھیں کہ وہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں اور ان کو صرف ایک قصہ گو یا داستان گو کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں' بلکہ میں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچی ہمدردی سے جو فطرتاً

میری روح میں ہے' کی ہیں۔ ان کو گوش دل سے سنو اور ان پر عمل کرو۔

ہاں خوب یاد رکھو اور اس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ پس اگر ہم عمدہ حالت میں یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو ہمارے لئے مبارکی اور خوشی ہے' ورنہ خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بری حالت میں جاتا ہے' تو مکاں بعید اس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی نزع کی حالت ہی سے اس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (-) یعنی جو شخص مجرم بن کر آوے گا۔ اس کے لئے ایک جنہم ہے' جس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ یہ کیسی صاف بات ہے۔ اصل لذت زندگی کی راحت اور خوشی ہی میں ہے' بلکہ اسی حالت میں وہ زندہ متصور ہوتا ہے جبکہ ہر طرح کے امن و آرام میں ہو۔ اگر وہ کسی درد مثلاً قولنج یا درد دانت ہی میں مبتلا ہو جاوے تو وہ مردوں سے بدتر ہوتا ہے اور حالت ایسی ہوتی ہے کہ نہ تو مردہ ہی ہوتا ہے اور نہ زندہ ہی کہلا سکتا ہے۔ پس اسی پر قیاس کر لو کہ جنہم کے دردناک عذاب میں کیسی بری حالت ہو گی۔"

(ملفوظات جلد اول ص 90)

اعمال صالحہ اور تقویٰ

"میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی۔ خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے' تو وہ یہی اعمال صالحہ ہیں۔ (-) فتح اور نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرما دیا ہے۔ (-) (الروم: 48) مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے۔ (-) (النساء: 142) اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا' اس لئے یاد رکھو کہ تمہاری فتح تقویٰ سے ہے' ورنہ عرب تو نرے لیکچرار اور خطیب اور شاعر ہی تھے۔ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے ان کی امداد کے لئے نازل کئے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اسے نظر آ جائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتا دے کہ انسان ایسا کر سکتا ہے؟"

(ملفوظات جلد اول ص 114' 115)

اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں

"ہماری جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں' کیونکہ ان کو تو تازہ معرفت ملتی ہے اور اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے۔ تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔ پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سستی غافل نہ کر دے اور اس کو کاہلی کی جرات نہ دلاوے۔ وہ ان کی محبت سرد دیکھ کر خود بھی دل سخت نہ کر لے۔

انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ مگر غیب کی قضاء و قدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے' قضاء و قدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ ہے۔ خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔ اسے کیا معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد اول ص 157' 158)

تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ

"دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا' مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے کنارہ کش ہو جاؤ' کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے' مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں' ان کی مالک پروا نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آکر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے' تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو' تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پروا نہیں۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں ہر روز ذبح ہوتی ہیں۔ پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جاوے' تو کتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بیکار اور لاپروا بناؤ گے' تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا۔ چاہئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاکہ کسی وباء کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہو سکے' کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(ملفوظات جلد اول ص 174' 175)

تقویٰ و طہارت

"کل (یعنی 22/ جون 1899ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔"

فرمایا: "اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔ تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحف مقدسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں' دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کروں اور بعض دینی کام انہیں سپرد کروں اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ پروانہ کروں گا۔"

(ملفوظات جلد اول ص 200)

باہم اتفاق و محبت

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے (-) کو یہی تعلیم دی تھی۔ کہ تم وجود واحد رکھو' ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو' اتحاد نہ ہو۔ تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو' تو فرشتہ کی تو منظور ہی ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ (-) (آل عمران: 104) یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے' وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں اس کا انجام اچھا نہیں (-) یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہو گی۔ وہ ضرور ہو گی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے' مرض دفع نہیں ہوتا۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے' رعونت ہے' خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ (-) جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں۔ جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو' وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے' مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتا' بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔"

(ملفوظات جلد اول ص 336)

انسانی قویٰ کی تعدیل اور جائز استعمال

"اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے' وہ ضائع کرنے کے لئے نہیں دیئے گئے ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشو و نما ہے۔ اسی لئے (دین) نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا (-) متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا (-) (البقرہ: 6) یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے۔ پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے' گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں' اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی۔ جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے۔

سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔"

(ملفوظات جلد اول ص 22)

سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال رکھیں

"جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔ کیا یہ ان کے لئے باعث ندامت نہیں ہے کہ انسان عمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے' کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اسی

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

مکرم سید قمر سلیمان صاحب

اگر ہر بال ہو جائے سخنور   تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

چھوٹی۔چھوٹی خوشیاں

آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ "کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی نیکی ہو۔"

اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی ایک نیکی ہے۔ اور اگر یہ نیکی معاشرے میں پھیل جائے تو انسانیت کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں۔ لیکن ستم یہ ہے کہ لوگ دوسروں سے تو یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں مگر خود خصوصاً جب وہ اپنے ماتحتوں یا ایسے لوگوں سے ملتے ہیں جنہیں وہ معاشرے میں اپنے سے کم تر خیال کرتے ہیں تو تمام خندہ پیشانی ہوا ہو جاتی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اپنے ماتحتوں سے عمدہ سلوک کیا گیا تو یہ سر چڑھ جائیں گے۔ حالانکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ اگر اپنے ماتحتوں کے بارہ میں کوئی طریق اختیار کریں تو پھر اپنے سے بالا لوگوں سے اپنے بارہ میں اس طریق کی توقع کیوں نہیں کرتے؟

دراصل انسان کے اندر مقابلہ کرنے اور جیتنے کی ایسی صلاحیت ہے جو تقریباً ہر موقع پر اپنا اظہار چاہتی ہے۔ اور خواہ اس اظہار کے نتیجہ میں انسان شرف انسانیت سے نیچے جا پڑے وہ اس کا کسی نہ کسی طور اور اکثر غلط طور پر اظہار کر کے بظاہر خود کو مطمئن محسوس کرتا ہے۔ مگر یہ اطمینان ایسا عارضی سا ہے کہ پھر کوئی نہ کوئی شخص کسی نہ کسی پہلو سے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ پھر نئے سرے سے جیتنے کی اس بے معنی دوڑ میں بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔

ایک امریکن لڑکی نے ایک دفعہ اس کا تجزیہ اپنے خاندانی حالات میں اس طرح کیا کہ اس کا باپ بہت محنت کرتا رہا اور روزانہ چودہ۔ چودہ گھنٹے کام کرتا رہا اور ان کے پاس اپنے ہمسایوں کے مقابلہ پر نسبتاً زیادہ بہتر اشیاء موجود رہنے لگیں۔ کئی سال کی اس جان توڑ محنت کے بعد بالآخر ان کے پاس اتنی رقم اکٹھی ہو گئی کہ انہیں خیال آیا کہ جس علاقہ میں ان کی رہائش ہے وہ تو غرباء کا علاقہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے امراء کے ایک مہنگے علاقہ میں مکان خرید لیا۔ اور خیال کرنے لگے کہ اس شدید محنت کا دور ختم ہو گیا ہے۔ مگر چند ہی روز میں انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ اس علاقہ میں تو وہ سب سے غریب ہیں۔ چنانچہ پھر سے جان توڑ محنت کا چکر شروع ہو گیا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو لامحدود ترقیات کے لئے لامحدود دماغ سے نوازا ہے چنانچہ اس میں ابھرنے والی خواہشات بھی لامحدود ہوتی ہیں۔ اور اگر انسان ان خواہشات کی تکمیل کے چکر میں پھنس جائے تو پھر اطمینان دماغ سے نکل جاتا ہے اور وہ اپنے سے بالا لوگوں پر نظر رکھتے ہوئے خواہ مخواہ بے طرح دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں نہ تو اطمینان نصیب ہوتا ہے کہ یہ دوڑ لامحدود ہے اور نہ ہی کہیں رکنے کے آثار نظر آتے ہیں کہ منزل بھی محدود نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں "کوئی یہ نہ کہے کہ کفار کے پاس دولت اور املاک ہوتے ہیں اور وہ اپنی عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہتے ہیں۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھ میں بلکہ ذلیل دنیاداروں اور ظاہر پرستوں کی آنکھ میں خوش معلوم دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ ایک جلن اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تم نے ان کی صورت کو دیکھا ہے مگر میں ایسے لوگوں کے قلب پر نگاہ کرتا ہوں۔ وہ ایک سعیر اور سلاسل واغلال میں جکڑے ہوئے ہیں۔"

(الحکم 24/مارچ 1901ء)

دراصل بات یہ طے ہونے والی ہے کہ انسان کی خوشی کو دولت و املاک کے پیمانہ سے ماپا جائے یا اطمینان قلب کے پیمانہ سے؟ کیا دولت اور جا و بے جا خواہشات کے حصول کا راستہ اطمینان قلب کی طرف جاتا ہے یا مخالف سمت میں؟ یہ تو درست ہے کہ غربت اور بھوک اگر انتہا درجہ کی ہو تو ایسا شخص بھی اطمینان سے محروم رہتا ہے مگر یہ بات بھی درست ہے کہ دولت کو مطمح نظر بنا لینا بھی اطمینان کا باعث نہیں۔ بے انتہا دولت کے حصول کی خواہش ہی اطمینان قلب کے متضاد ہے۔ قرآن کریم میں اطمینان قلب کا ذریعہ ذکر الٰہی بیان فرمایا گیا ہے۔

مگر دنیا کی اکثریت دولت کے حصول کو اطمینان قلب کا ذریعہ خیال کرتے ہوئے ایک ایسی دوڑ میں شریک ہو جاتے ہیں جہاں جتنے لوگ بلندی کی طرف چڑھ رہے ہوتے ہیں اتنے ہی نیچے آ رہے ہوتے ہیں۔ نیچے آنے والوں کو تو کوئی پوچھتا ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ تو بالکل ہی ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بلند ہونے والوں پر لوگوں کی نظر ہوتی ہے مگر ہر بلند ہونے والے کو اپنے سے بلند لوگ نظر آتے ہیں اور یوں کوئی شخص بھی اپنی پوزیشن سے مطمئن نہیں ہوتا۔

میری خوشدامن فرمایا کرتی تھیں کہ اکٹھے ایک لاکھ۔ دو لاکھ روپے کوئی نہیں بچاتا بچت دراصل ایک۔ ایک، دو۔ دو روپیہ بچا کر ہی کی جاتی ہے۔ یہی حال اطمینان کا ہے۔ اگر انسان اپنی خواہشات کے حصول کو مطمح نظر بنائے تو کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ مگر اگر وہ اس دوڑ میں بے تحاشہ بھاگنے کی بجائے ٹھہر کر اردگرد نگاہ ڈالے تو اسے بے شمار چھوٹی چھوٹی خوشیاں محسوس ہوں گی اور وہ ہر حال میں مطمئن رہے گا۔

بھوک میں پیٹ بھر کر کھانا کھانا۔ سیر کو نکل کر فطرت کا نظارہ کرنا۔ سردیوں کی دھوپ میں بیٹھ کر چائے کی پیالی پینا۔ کوئی اچھی سی کتاب پڑھنا۔ کسی ضرورت مند کی مدد کرنا۔ بزرگوں کی خدمت کرنا۔ بچوں سے کھیلنا۔ کسی شیر خوار

بچے کی مسکراہٹ دیکھنا۔ لوگوں سے ہنس کر ملنا۔ (ایک غریب آدمی کو غربت اتنا نہیں ستاتی جتنا لوگوں کے دل شکن رویہ سے اس کا دل ٹوٹتا ہے۔ اگر معاشرے میں غریب آدمی کو بھی اتنا ہی انسان سمجھا جائے جتنا کسی امیر آدمی کو۔ اور یہ اس کا حق ہے۔ تو غرباء کا بہت سا احساس کمتری جاتا رہے)۔ سردیوں کی رات میں آگ تاپنا۔ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی پینا۔ کسی نہر یا حوض میں نہانا۔ دوستوں سے گپ شپ کرنا۔ لمبی سیروں کے لئے چھٹی کے روز پیدل نکل کھڑے ہونا اور شام کو تھک کر گھر واپس آکر جوتے اتار کر آرام کرنا۔ بہتے ہوئے پانی کی آواز سننا۔ برستی بارش میں نہانا۔ سردیوں کی بارش میں چائے کے ساتھ پکوڑے تلنا۔ اپنی پسند کے کھیل کھیلنا اور دیکھنا۔ سائیکل پر سفر کرنا اور راستہ کے مناظر کے پاس سے آہستگی سے گزرنا۔ تانگے کی سیر کرنا۔ دریا کے کنارے چاندنی میں بیٹھنا۔ کشتی چلانا۔ رات کو چمکتے ہوئے جگنوؤں کا نظارہ کرنا۔ گرمیوں میں جسمانی مشقت کے بعد پسینے سے بھیگے ہوئے بدن کے ساتھ پنکھے کے نیچے بیٹھنا۔ اچھی خوشبو سونگھنا۔ کسی گہرے دوست کی معیت میں خاموش بیٹھے رہنا۔ کسی اچھے مقصد کے لئے کام کرنا۔ اور ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں سے اگر انسان لطف اٹھانا سیکھ لے تو ماحول سے اس کے بہت سے شکوے ختم ہو جائیں۔

مگر بہت سے انسان خود کو ان تمام خوشیوں سے محروم کرکے ہر وقت نئی سے نئی خواہش کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے دوپہر کو مزدوروں کو دیکھا ہوگا کہ تین چار گھنٹوں کی شدید جسمانی محنت کے بعد جب وہ اپنا کھانے کا ڈبہ نکال کر کھانا کھاتے ہیں تو خواہ کھانا کتنا ہی سادہ کیوں نہ ہو انہیں کھاتے دیکھ کر لطف آتا ہے۔ خوشیوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ کمائی پڑتی ہیں۔ مگر ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔ اور ذہن کے زاویے کو ذرا سا بدلنے سے مزہ دینے لگتی ہیں۔ جو شخص زندگی کے اس طریق سے ایک دفعہ لطف لینے لگے تو دکھ۔ درد۔ جلن۔ حسد وغیرہ کے احساسات کم ہو جاتے ہیں اور وہ ہر پہلو میں زندگی کی خوبصورت رمق تلاش کر لیتا ہے۔

ایک شخص کے مکان کو آگ لگ گئی۔ آگ بجھانے والے عملہ نے اہل خانہ کو باہر نکال کر آگ بجھانی شروع کر دی۔ شدید سردی کی رات تھی۔ صاحب خانہ نے بچوں سے کہا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو گا ہی۔ چلو یہ آگ تاپیں کہ سردی سے تو بچاؤ ہو۔ یہی رویہ اگر ہم زندگی کے بارہ میں اپنا لیں تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔

صفحہ ۹ سے آگے

کے قصے سناتی ہے۔ لیکن یوسفؑ کو خدا سے کیا نسبت ہے۔ خدا تو ایک اٹی سے کم رزق کے ایک دانے پر بھی بکنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ اگر وہ محبت اور خلوص کے ساتھ اس کے حضور پیش کیا جائے۔ تو اپنی عظیم پر رفعت قربانیوں کو اس طرح ضائع نہ کریں۔ جب خدا کے نام پر آپ سے مانگا جائے تو خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے حالات پر غور کرکے اس سے تعلق بڑھانے کے لئے، اس سے پیار کے رشتے قائم کرنے کے لئے پیش کیا کریں۔ پھر دیکھیں آپ کی تنگ دستیاں بھی دور ہونی شروع ہو جائیں گی اور آپ کے رزق میں غیر معمولی وسعت ملے گی۔ اور ایسی وسعت نہیں ملے گی جو آپ کے لئے ابتلاء لے کر آئے۔ ایسی وسعت ملے گی جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بدلیاں آپ کے لئے اٹھالائے گی اور آپ ہمیشہ خدا کی رحمت کے سائباں تلے رہیں گے۔ آپ پر خدا کی برکتیں برسا کریں گی۔ آپ کی مصیبتیں کم ہوتی چلی جائیں گی۔ آپ کی راحت کے سامان بڑھتے چلے جائیں گے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے آپ کو ایک محفوظ انسان سمجھیں گے۔ جہاں بھی رہیں گے وہ آپ کے لئے دارالامان ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 27 دسمبر 1991ء بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان)

☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۲۸ سے آگے

لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا ہے۔ گویا کہ حضورؐ عامۃ المومنین کے باپ ہیں جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے اور حیات ظاہری کا باعث، مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا ہے اور اس مرکز اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اور ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا، جو اس فعل کو پسند کرے، لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے، تو پھر زبان خلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کرکے کہیں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بد کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عنداللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کے لئے ایک برا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آ جاؤ، وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ، کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں، خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔"

(ملفوظات جلد اول ص 92، 93)

☆☆☆☆☆☆

مکرم مرزا ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب

ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے (خواجہ حسن نظامی)

قوم و دیں کا افتخار - حضرت مسیح موعود کو غیروں کا خراج تحسین

ان کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی

سید ممتاز علی صاحب

سید ممتاز علی صاحب امتیاز نے لکھا۔ "مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔"

(بحوالہ تشحیذ الاذھان جلد 3 نمبر 10 ص 383، 1908ء)

منشی سراج الدین صاحب

منشی سراج الدین صاحب (والد مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار "زمیندار" نے لکھا۔

"مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر 22، 24 سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ 1881ء یا 1882ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان کر دیا اور ہم اس کتاب کے اول خریداروں میں سے تھے..... آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے..... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی۔ مگر ہم ان کو ایک پکا..... سمجھتے تھے۔"

(بحوالہ بدر 25 جون 1908ء ص 12)

"البشیر" اٹاوہ

"البشیر" اٹاوہ نے لکھا کہ:۔

"اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔ اس ترقی علوم و فنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ ان کے کئی لاکھ راسخ الاعتقاد مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک حکم کو، ہر ایک پیشگوئی کو، وحی خیال کرتے اور بلاچون و چرا تسلیم کرتے تھے ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلا پڑھے لکھے غریب و امیر عالم و فاضل اور نئے تعلیم یافتہ غرض کہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے (احمدی) موجود ہیں جو درجہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ کسی عالم و فاضل کو اپنے مریدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔ چونکہ وہ (احمدیوں) کی ایک کثیر جماعت کے پیشوا اور امام برحق تھے لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور ان کے انتقال پر افسوس ظاہر کریں۔"

(بحوالہ بدر 20۔ اگست 1908ء ص 2 کالم نمبر 1-2)

"علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" علی گڑھ

"علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" علی گڑھ نے لکھا:۔

"مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے..... 1874ء سے 1876ء تک شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب (دین) کے ڈیفنس میں تھی۔ جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ انعام رکھا تھا..... آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔ بیشک مرحوم (دین) کا ایک بڑا پہلوان تھا۔"

(بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد 3 ص 8۔ 1908ء)

مرزا حیرت دہلوی

"کرزن گزٹ" دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت علی دہلوی نے لکھا کہ:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں دین کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا..... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں..... اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے..... اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا"۔

(بحوالہ "سلسلہ احمدیہ" صفحہ 189)

"یونین گزٹ" (بریلی) میں بھی مرزا حیرت دہلوی کا یہ تبصرہ معمولی تخفیف الفاظ کے ساتھ شائع ہوا۔

(مفصل تبصرہ ملاحظہ ہو الحکم 14 جولائی 1936ء)

"میونسپل گزٹ"

"میونسپل گزٹ" نے لکھا کہ:-
"مرزا صاحب علم وفضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک (...) عالم تھے نہایت رنج ہوا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا ہے۔"
(بحوالہ شحیذ الاذھان جلد 3 نمبر 10 ۔ 1908ء ص 382)

"آریہ پترکا"

"آریہ پترکا" نے لکھا کہ
"عام طور پر جو (دین) دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت آپ کے خیالات (....) کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو ان کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔"
(بحوالہ شحیذ الاذھان 1908ء ص 334)

"امرتابازار پترکا" کلکتہ

"امرتابازار پترکا" کلکتہ نے لکھا کہ:-
"وہ فقیرانہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روزانہ ان کے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ ان کے مریدین میں ہر قسم کے لوگ فاضل، مولوی، باثر رئیس، تعلیم یافتہ آدمی، امیر اور سوداگر ہیں۔"

"برہم پرچارک"

"برہم پرچارک" نے لکھا کہ:-
"ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق اور شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔"

"پاؤنیر" الہ آباد

"مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ اور وہ کامل صداقت اور خلوص سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ان کو خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے..... انہوں نے بشپ ویلڈن (بشپ لیفرائے چاہئے۔ ناقل) کو.... چیلنج دیا کہ نشانوں میں ان کا مقابلہ کریں.... اور اس مقابلہ کا یہ نتیجہ قرار دیا کہ تافیصلہ ہو کہ سچا مذہب کون سا ہے.... بہرحال قادیان کا (۔) ایک ایسا انسان تھا جو ہر روز دنیا پر نہیں آیا کرتے، ان پر سلامتی ہو"
(بحوالہ شحیذ الاذھان جلد 3 ص 380 ۔ 382)

"جیون تت" دیوسماج

"جیون تت" دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا:-
"وہ (دین) کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے..... مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادہ کے پکے تھے اس لئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ ان پر قائم رہے۔"
(بحوالہ بدر 2 جولائی 1908ء صفحہ 1 کالم نمبر 2۔3)

"دی یونٹی اینڈ دی مسٹری" کلکتہ

"دی یونٹی اینڈ دی مسٹری" نے لکھا کہ:-
"مرحوم ایک عالم آدمی تھے اور آپ صرف اپنے ہی مذہب سے پوری پوری واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ عیسائیت اور ہندو مذہب کے بھی خوب جاننے والے تھے۔ آپ کا میگزین جس کا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جس کو بڑی قابلیت سے چلایا جاتا ہے۔ آپ کی طاقت تنقید کی باریکی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کو بھی مذہبی اتحاد کا خیال تھا..... لیکن آپ نے عیسائیت کے بعض مسائل کی خوب دل بھر کر قلعی کھولی ہے..... ایسے آدمی کی وفات قوم کے لئے افسوسناک ہے۔" (ترجمہ)
(بحوالہ شحیذ الاذھان 1908ء ص 381 ۔ 382)

خواجہ غلام الثقلین

ماہ دسمبر 1913ء میں بمقام آگرہ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کا ستائیسواں اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں خواجہ غلام الثقلین نے اپنے خطبہ صدارت میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے اردو کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ حضرت مسیح موعود کو ان لوگوں کی صف میں شمار کیا۔ جن کو آج اردو زبان میں بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً پروفیسر آزاد، مولانا حالی، سرسید احمد خان، پنڈت رتن ناتھ سرشار، داغ، امیر، جلال۔
(دیکھو رپورٹ اجلاس مذکور صفحہ 76)
پھر اسی رپورٹ کے 72 صفحہ پر پنجاب کے انشاء پردازوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کو اردو زبان کے اعلیٰ انشاء پردازوں میں شمار کیا گیا ہے۔

اکبر الہ آبادی

جناب اکبر الہ آبادی نے ایک مرتبہ اپنی محبت والفت کا ثبوت دیتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا اگر آج میں مرزا صاحب کو پاتا تو قبول کرتا۔ خدا کی قسم میں ان کو مانتا ہوں اور یہی میری بیعت ہے نیز کہا.... مجھ کو مرزا صاحب کی تحریر سے یقین ہو گیا کہ مسیح مرگئے (ان کا یہ بیان ان کی زندگی میں ہی اخبار "الفضل" 27۔ اکتوبر 1916ء میں شائع ہوا تھا)

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

"مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے.... آپ کی تصانیف..... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"
(اخبار "منادی" 27 فروری 4 مارچ 1930ء)

مولوی ظفر علی خان صاحب

"ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی تصانیف "سرمہ چشم آریہ اور چشمہ مسیحی" وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں ہیں۔"
(بحوالہ خالد اپریل 96ء)

نور محمد صاحب نقشبندی

"پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا اطلاطم برپا کیا.... تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو، دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے، وہ میں ہوں اور اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔"

(دیباچہ معجز نما کلاں قرآن شریف اصح المطابع دہلی مطبوعہ 1934ء)

مسٹر والٹر ایم اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچین ایسوسی ایشن

"مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھتے تھے۔ ان کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا ہے جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کے لئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔" (ترجمہ "احمدیہ موومنٹ")

دیو نند رناتھ سہائے

آریہ سماج کی طرح برہمو سماج تحریک کو ناکام بنانے کا سہرا بھی حضرت مسیح موعود کے سر ہے۔ چنانچہ برہمو سماج کے ایک مشہور اپدیشک دیو نند رناتھ سہائے لکھتے ہیں:۔

"برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناً فاناً صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہمو سماج میں پرویش یعنی داخل ہوئے۔ اس کی دِکھشا لیتے ہمیں معلوم ہے کہ بنگال کے بڑے بڑے مسلم خاندان برہمو سماج کے ساتھ نہ صرف سمت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے لیکن عین انہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو (....) میں ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کے لئے چیلنج دیا۔ افسوس ہے کہ برہمو سماج کے کسی وِدوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہمو سماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہمو سماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اسے چھوڑ گئے۔"

(رسالہ "کومدی" کلکتہ اگست 1920ء) (ہندی سے ترجمہ)

"صادق الاخبار" ریواڑی

"صادق الاخبار" ریواڑی نے لکھا کہ:۔

".... مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت (دین) کا کماحقہ ادا کر کے خدمت دین (....) میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی (دین) اور معین (....) فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔"

(بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد 3 ص 10)

عبداللہ ملک
(مشہور سوشلسٹ رہنما)

"مرزا غلام احمد کی تعلیمات اور تنظیم نے یقیناً ایک ایسا گروہ پیدا کیا جو اپنے اندر ایک جذبہ رکھتا تھا۔ جو مذہب سے شیفتگی کا اٹھتے بیٹھتے اظہار کرتا تھا... دراصل مرزا غلام احمد نے اپنی تصنیفات اور تحریروں کے ذریعے ایک دور میں تہلکہ مچا دیا۔"

("پنجاب کی سیاسی تحریکیں" ص 267، 268 طبع اول ناشر نگارشات پرنٹرز لاہور)

مولانا نیاز احمد خان نیاز فتح پوری مدیر رسالہ "نگار"

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔" (رسالہ نگار لکھنؤ اگست 1959ء ص 4)

پھر ایک بار لکھا:۔

"وہ صحیح معنی میں عاشق رسول تھے اور (دین) کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے.... لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈنے میں برسوں سرگرداں رہتے ہیں اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو منزل کو پا لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھے۔"

(نگار بابت جولائی، اگست، ستمبر 1960ء ص 21-22)

نیز لکھا:۔

"بانی احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنہ تکمیل ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت ان کی تعلیمات، ان کی دعوت اصلاح، ان کے تفہیمات قرآنیہ، ان کے عقائد نظریے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہو گا کیونکہ ان کی وسعت و ہمہ گیری کا مطالعہ "قلزم آشامی" چاہتا ہے اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں۔ تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ "وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست و بصیرت انسان تھا۔ جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید و مہدویت کوئی پادر ہوا بات نہ تھی۔"

(ماہنامہ "نگار" لکھنؤ نومبر 1959ء)

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

مرتبہ: مسعود احمد شاہد صاحب

گناہ کی حقیقت اور اس سے بچنے کے طریق

(ارشادات حضرت مسیح موعود)

گناہ کی تعریف

"گناہ اصل میں جُناح سے لیا گیا ہے اور ج کا تبادلہ گ سے کیا گیا ہے جیسے فارسی والے کر لیتے ہیں اور جُناح اصل میں عمداً کسی طرف میل کرنے کو کہتے ہیں۔ پس گناہ سے یہ مراد ہے کہ عمداً بدی کی طرف میل کیا جاوے پس میں ہرگز نہیں مان سکتا کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ حرکت سرزد ہو اور قرآن شریف میں اس کا ذکر بھی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صدور اس لئے ناممکن ہے کہ عارفانہ حالت کے انتہائی مقام پر وہ ہوتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ عارف بدی کی طرف میل کرے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص 8)

گناہ کی حقیقت

"گناہ کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ کی خلاف مرضی کرنا اور ہدایتوں کو جو اس نے اپنے پیغمبروں خصوصاً آنحضرتؐ کی معرفت دی ہیں توڑنا اور دلیری سے ان ہدایتوں کی مخالفت کرنا یہ گناہ ہے جبکہ ایک بندہ کو خدا تعالیٰ کی ہدایتوں کا علم دیا جاوے اور اس کو سمجھا دیا جاوے پھر اگر وہ ان ہدایتوں کو توڑتا اور شوخی اور شرارت سے گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتا ہے اور اس ناراضگی کا یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ وہ مرنے کے بعد دوزخ میں پڑے گا بلکہ اسی دنیا میں بھی اس کو طرح طرح کے عذاب آتے اور ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ دنیاوی حکام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ایک قانون مشتہر کر دیتے ہیں اور پھر اگر کوئی ان کے احکام کو توڑتا اور خلاف ورزی کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے لیکن دنیوی حکام کے عذاب سے اور ان کے قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی سزا سے آدمی کسی دوسری عملداری میں بھاگ جانے سے بچ بھی سکتا ہے اور اس طرح پیچھا چھڑا سکتا ہے۔ مثلاً اگر انگریزی عملداری میں کوئی خلاف ورزی کی ہے تو وہ فرانس یا کابل کی عملداری میں بھاگ جانے سے بچ سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے احکام و ہدایت کی خلاف ورزی کر کے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے کیونکہ یہ جو زمین و آسمان نظر آتا ہے یہ تو اسی کا ہے اور کوئی اور زمین و آسمان کسی اور کا کہیں نہیں ہے جہاں تم کو پناہ مل جاوے اس واسطے یہ بہت ضروری امر ہے کہ انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو کیونکہ گناہ بہت بری شئے ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور گناہ پر دلیری کرتا ہے تو پھر عادت اللہ اس پر جاری ہے کہ اس جرأت و دلیری پر خدا تعالیٰ کا غضب آتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

(ملفوظات جلد سوم ص 607)

اگر گناہ نہ ہوتا

"گناہ کی حقیقت یہ نہیں کہ اللہ گناہ کو پیدا کرے اور پھر ہزاروں برس کے بعد معافی سوجھے جیسے مکھی کے دو پَر ہیں ایک میں شفا اور دوسرے میں زہر اسی طرح انسان کے دو پر ہیں ایک معاصی کا دوسرا انجالت، توبہ، پریشانی کا۔ یہ ایک قاعدہ کی بات ہے۔ جیسے جب ایک شخص غلام کو سخت مارتا ہے تو پھر اس کے بعد پچھتاتا ہے گویا کہ دونوں پر اکٹھے حرکت کرتے ہیں۔ زہر کے ساتھ تریاق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زہر کیوں بنایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ گو یہ زہر ہے مگر کشتہ کرنے سے حکم اکسیر کا رکھتا ہے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو رعونت کا زہر انسان میں بڑھ جاتا اور وہ ہلاک ہو جاتا توبہ اس کی تلافی کرتی ہے کبر اور عُجب کی آفت سے گناہ انسان کو بچائے رکھتا ہے۔ جب نبی معصومؐ ستر بار استغفار کرے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ گناہ سے توبہ وہی نہیں کرتا جو اس پر راضی ہو جاوے اور جو گناہ کو گناہ جانتا ہے وہ آخر اسے چھوڑے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان بار بار رو رو کر اللہ سے بخشش چاہتا ہے تو آخر کار خدا کہہ دیتا ہے کہ ہم نے تجھ کو بخش دیا اب تیرا جو جی چاہے سو کر۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے دل کو بدل دیا اور اب گناہ اسے بالطبع برا معلوم ہو گا جیسے بھیڑ کو میلا کھاتے دیکھ کر کوئی دوسرا حرص نہیں کرتا کہ وہ بھی کھاوے اسی طرح وہ انسان بھی گناہ نہ کرے گا جسے خدا نے بخش دیا ہے۔ مسلمانوں کو خنزیر کے گوشت سے بالطبع کراہت ہے حالانکہ وہ دوسرے ہزاروں کام کرتے ہیں جو حرام اور منع ہیں۔ تو اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک نمونہ کراہت کا رکھ دیا ہے اور سمجھا دیا کہ انسان کو گناہ سے نفرت ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد اول ص 3)

گناہ کی اقسام

"گناہ اگرچہ بہت ہیں اور ان کے بہت سے شعبے اور شاخیں ہیں یہاں تک کہ ہر ادنیٰ قسم کی غفلت بھی گناہ میں داخل ہے۔ لیکن عظیم الشان گناہ جو اس مقصد عظیم کے بالمقابل انسان کو اصل مقصد سے ہٹانے کے لئے پڑا ہوا ہے وہ شرک ہے۔ انسان کی پیدائش کی اصل غرض اور مقصد یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے لئے ہو جاوے اور گناہ اور اس کے محرکات سے بہت دور رہے اس لئے کہ جوں جوں بدقسمت انسان اس میں مبتلا ہوتا ہے اسی قدر اپنے اصل مدعا سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر گرتے گرتے ایسی سفلی جگہ پر جا پڑتا ہے جو مصائب اور مشکلات اور ہر قسم کی تکلیفوں اور دکھوں کا گھر ہے جس کو جہنم بھی کہتے ہیں"

(ملفوظات جلد دوم ص 56)

"ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں جیسے چوری کرنا، زنا، ڈاکہ وغیرہ موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے مگر بشریت کے تقاضے سے بعض ناسزا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص606)

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

"عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ کرتا ہے جب تک وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے۔ بھلا کیا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو یا اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک سویا ہوا ہو اور اندھیرا ہو کہ کچھ نہ دکھائی دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے اس طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ خدا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا نہ اس وقت جبکہ اس کو یقین ہو کہ خدا ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس کی خلاف مرضی کروں گا تو وہ اس کی سزا دے گا جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے ماتحت ہوں اور وہ میری بداعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا۔"

(ملفوظات جلد دوم ص605)

سرکشی والا گناہ نہ کریں

"بندوں نے گناہ کرنے ہی ہیں تو اس نے بخشنے ہی ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ گناہ نہ کریں جس میں سرکشی ہو ورنہ دوسرے گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں اگر ان سے بار بار خدا سے بذریعہ دعا تزکیہ چاہے گا تو اسے قوت ملے گی بلا قوت اللہ تعالیٰ کے ہرگز ممکن نہیں کہ اس کا تزکیہ نفس ہو اور اگر ایسی عادت رکھے کہ جو کچھ نفس نے چاہا اس وقت کر لیا تو اسے کوئی قوت نہیں ملے گی جب ان جوشوں کا مقابلہ کرے اور گناہ کی طاقت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرے ورنہ اگر وہ اس وقت گناہ سے باز آتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے طاقتیں چھین لی ہیں تو اسے کیا ثواب ہو گا۔ مثلاً آنکھوں میں بینائی نہ رہے تو اس وقت کہے کہ اب میں غیر عورتوں کو نہیں دیکھتا تو یہ کیا بزرگی ہوئی۔ بزرگی تو اس میں تھی کہ پیشتر اس کے کہ خدا اپنی دی ہوئی امانتیں واپس لیتا وہ اس کے بے محل استعمال سے باز رہتا۔"

(ملفوظات جلد دوم ص657)

گناہوں کو جلانے کے ذرائع

"یہ بالکل سچ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت پر ایمان ہو گا اسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف ہو گا ورنہ غفلت کے ایام میں جرائم پر دلیر ہو جائے گا اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عظمت اور جبروت کا رعب اور خوف ہی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے گناہ جل جاتے ہیں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جن اشیاء سے ڈرتا ہے۔ پرہیز کرتا ہے مثلاً جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے اس لئے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا یا مثلاً اگر یہ علم ہو کہ فلاں جگہ سانپ ہے تو اس راستہ سے نہیں گزرے گا اسی طرح اگر اس کو یہ یقین ہو جاوے کہ گناہ کا زہر اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے اور اس کو یقین ہو کہ وہ گناہ کو ناپسند کرتا ہے اور گناہ پر سخت سزا دیتا ہے تو اس کو گناہ پر دلیری اور جرأت نہ ہو زمین پر پھر اس طرح سے چلتا ہے جیسے مردہ چلتا ہے اس کی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے"

(ملفوظات جلد چہارم ص404)

ہر قسم کے گناہوں سے بچو

"دیکھو گناہ کبیرہ بھی ہیں ان کو تو ہر ایک جانتا ہے اور اپنی طاقت کے موافق نیک انسان ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ مگر تم تمام گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے بچو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جس کے استعمال سے زندہ رہنا محال ہے گناہ ایک آگ ہے جو روحانی قویٰ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ پس تم ہر قسم کے کیا صغیرہ کیا کبیرہ سب اندرونی بیرونی گناہوں سے بچو۔ آنکھ کے گناہوں سے ہاتھ کے گناہوں سے۔ کان، ناک اور زبان اور شرمگاہ کے گناہوں سے بچو۔ غرض ہر عضو کے گناہ کے زہر سے بچتے رہو اور پرہیز کرتے رہو۔"

(ملفوظات جلد سوم ص103)

نماز گناہوں سے بچنے کا آلہ

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے ہیں سو اس کو سنوار کر ادا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔"

(ملفوظات جلد سوم ص103)

گناہ سے بچنے کے دیگر طریق

"میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ گناہ سے بچنے کی سچی فلاسفی یہی ہے کہ گناہ کی ضرر دینے والی حقیقت کو پہچان لیں اور اس بات پر یقین کر لیں کہ ایک زبردست ہستی ہے جو گناہوں سے نفرت کرتی ہے اور گناہ کرنے والے کو سزا دینے پر قادر ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص10)

"پس گناہ سے بچنے کے لئے حقیقی راہ خدا کی تجلیات ہیں اور اس آنکھ کا پیدا کرنا شرط ہے جو خدا کی عظمت کو دیکھ لے اور اس یقین کی ضرورت ہے جو گناہ کے زہر پر پیدا ہو زمین پر تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آسمان اس تاریکی کو دور کرتا ہے اور ایک روشنی عطا کرتا ہے زمینی آنکھ بے نور رہتی ہے جب تک آسمانی روشنی کا طلوع اور ظہور نہ ہو اس لئے جب آسمانی نور نہ

نشانات کے رنگ میں ملتا ہے کسی دل کو تاریکی سے، نجات نہ دے انسان اس پاکیزگی کو کب پا سکتا ہے جو گناہ سے بچنے میں ملتی ہے پس گناہوں سے بچنے کے لئے اس نور کی تلاش کرنی چاہیے جو یقین کی روشنی کے ساتھ آسمان سے اترتا ہے اور ایک ہمت، قوت عطا کرتا ہے اور تمام قسم کے گرد و غبار سے دل کو پاک کرتا ہے جب تک یہ حاصل نہیں گناہوں سے بچنا محال ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص 4)

"جذبات اور گناہ سے چھوٹ جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرنا چاہیے جب سب سے زیادہ خدا کی عظمت اور جبروت دل میں بیٹھ جائے تو گناہ دور ہو جاتے ہیں ایک ڈاکٹر کے خوف دلانے سے بسا اوقات لوگوں کے دلوں پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ مرجاتے ہیں تو پھر خوف الٰہی کا اثر کیونکر نہ ہو۔ چاہیے کہ اپنی عمر کا حساب کرتے رہیں ان دوستوں اور رشتہ داروں کو یاد کریں جو انہیں میں سے نکل کر چلے گئے لوگوں کی صحت کے ایام یونہی غفلت میں گزر جاتے ہیں ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ خوف الٰہی دل پر غالب رہے جب تک انسان طول امل کو چھوڑ کر اپنے پر موت وارد نہ کرے تب تک اس سے غفلت دور نہیں ہوتی۔ چاہیے کہ انسان دعا کرتا رہے یہاں تک کہ خدا اپنے فضل سے نور نازل کردے۔ جوئندہ یابندہ"۔

(ملفوظات جلد اول ص 508۔507)

"گناہوں سے بچنے کا سچا طریق جو مجھے بتایا گیا ہے اور جس کو کل انبیاء کی پاک جماعت نے اپنے وقت پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ انسانی جذبات پر انسان کو اسی وقت کامل فتح مل سکتی ہے اور شیطان اور اس کی ذریت کی شکست کا وہی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر ایک درخشاں یقین نازل ہو کہ خدا ہے اور اس کی پاک صفات کے صریح خلاف ہے کہ کوئی گناہ کرے اور گنہگاروں پر اس کا غضب بھڑکتا ہے اور پاکبازوں کو اس کا فضل و رحمت ہر بلا سے نجات دیتے ہیں اور یہ معرفت اور یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ان لوگوں کے پاس ایک عرصہ تک نہ رہیں جو خدا تعالیٰ سے شدید تعلق رکھتے ہیں اور خدا سے لے کر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص 16)

انبیاء کی بعثت کا مقصد

"ہر ایک نبی کی اصل غرض اور مقصد یہ رہا ہے کہ لوگ گناہوں سے نجات پا کر اور ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے بکلی نفرت کر کے خدا ہی کے لئے ہو جاویں۔ انسانی پیدائش کی اصل غرض اور مقصد بھی یہی ہے کہ وہ خدا کے لئے ہو جائے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اسی مقصد کی طرف انسان کو رہبری کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی گم گشتہ متاع اور مقصد کو پھر حاصل کرلے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص 56)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

صفحہ ۳۴ سے آگے

مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ "اشاعۃ السنہ"

مولوی صاحب نے براہین احمدیہ کے محاسن و کمالات پر ایک زور دار ریویو کیا۔ یہ تاریخی تبصرہ ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک..... تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ اور اس کا مؤلف بھی (دین) کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ہفتم نمبر 6 صفحہ 169)

شمس العلماء سید میر حسن مرحوم استاد علامہ اقبال

اپنے ایک مکتوب میں حضرت صاحب کے زمانہ قیام سیالکوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ادنیٰ تامل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔"

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 270)

پھر ایک ملاقات میں چشم پر آب ہو کر فرمایا۔

"افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔"

(الحکم 17۔ اپریل 1934ء صفحہ 3)

میر صاحب اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں۔

"آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔"

نیز لکھا:۔

"کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار و قطار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 270'272)

میرے مشفق والد۔ ڈاکٹر عبد السلام

ڈاکٹر عزیزہ رحمٰن لاس اینجلز۔ امریکہ

ترجمہ۔ محمد زکریا ورک

محترمہ عزیزہ رحمن ڈاکٹر عبد السلام (مرحوم و مغفور) کی سب سسے بڑی صاحبزادی ہیں آپ نے بائیو کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کیا۔ آپ اپنے شوہر ڈاکٹر حمید الرحمن (آرتھو پیڈک سرجن) اور دو بچوں کے ساتھ لاس اینجلز میں پچھلے بیس سال سے مقیم ہیں شنید ہے کہ آپ جب لندن سکول میں طالبہ تھیں تو آپ نے اپنے والد کی نئی تھیوری کا ایک امتحان میں ذکر کیا تو ٹیچر کو سمجھ نہ آئی اور آپ کو امتحان میں فیل کر دیا۔ پھر یہ بھی ہؤا کہ جب آپ کے والد محترم کو نوبل انعام ملا تو آپ نے ان سے خواہش کی کہ اب تو ہم ضرور نئی کار خرید لیں گے مگر ایسا اس لئے نہ ہو سکا کہ انہوں نے تمام انعامی رقم طلباء کے وظیفوں کے لئے مختص کر دی۔ درج ذیل مضمون اس لئے دلچسپ اور اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ایک قابل بیٹی کے اپنے قابل باپ کے بارہ میں دلی جذبات کا آئینہ ہے بیٹی سے زیادہ اور کون اتنا قریب ہو سکتا ہے مضمون کا ایک ایک لفظ ان کی اپنے مشفق باپ سے اتھاہ محبت کا اظہار اور ان کی عظمت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے ․․․․․․․․․․ محمد زکریا ورک

ایک سوال جو مجھ سے بار بار پوچھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے والد واقعتاً کیسے تھے؟ کسی بچے کیلئے ایسے مشکل سوال کا جواب اس کے والد کے بارہ میں دینا اتنا سہل نہیں مگر میرے نزدیک یہ سوال میرے لئے۔ میری بہنوں اور بھائی (احمد سلام) کے لئے خاص طور پر مشکل ہے میرے والد ڈاکٹر عبد السلام واقعتاً ایک منفرد انسان تھے جن کے مقدر میں بانی جماعت احمدیہ کی ایک پیش گوئی کا پورا ہونا مقصود تھا آپ یقیناً اس پیش گوئی کا مصداق بن کر اس سے بار آور ہونے والے پھلوں میں سے پہلا پھل تھے جس کے مطابق حضرت احمد علیہ السلام کے پیروکار و علم کی بلندیوں کو چھوئیں گے نیز وہ اس دنیا میں اعلیٰ مقام پائیں گے اس لحاظ سے میرے پیارے ابا جان کے کئی اور سنہری روپ تھے سائینس دان۔ استاد۔ بین الاقوامی شخصیت۔ تیری دنیا کے سنہری مستقبل بنانے کے چمپئین اور بلاشبہ ایک مشفق باپ

میرے والد کی غیر معمولی کہانی کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب میرے دادا کو ان کی ولادت باسعادت کی خبر رؤیا کے ذریعہ دی گئی ۲ جون ۱۹۲۵ء کے روز میرے دادا جان جھنگ میں واقع احمدیہ مسجد میں نماز مغرب ادا کر رہے تھے

انہوں نے درج ذیل تلاوت کی آیت ختم ہی کی تھی ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما (قرآن پاک سورة ۲۵ آیت ۷۵) کہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ ان کو ایک بچہ تھمایا گیا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے ؟ جواباً بتلایا گیا کہ اسکا نام عبد السلام ہے چنانچہ میرے ابا جان کی ولادت ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو جھنگ شہر میں ہوئی اور آپکا نام عبد السلام رکھا گیا جس کے معنی ہیں امن کا بندہ۔ جھنگ اس وقت پنجاب کا ایک معمولی سا قصبہ بلکہ معمولی سا گاؤں تھا جس میں اس وقت بجلی ابھی نہیں آئی تھی آپ کا خاندان زیادہ مالدار نہ تھا لیکن اس میں تقوی۔ علمی فضیلت اور مذہبی علوم کی تحصیل کی روایت لمبے عرصہ سے چلی آرہی تھی

اوائل عمر سے ہی آپ میں ذہانت اور فطانت کے آثار نظر آرہے تھے فی الحقیقت دو سال کی عمر میں آپ نے سب سے صحت مند بچہ ہونیکی بناء پر جھنگ میں انعام جیتا تھا میرے دادا محترم جو اس وقت ڈسٹرکٹ اسکولز کے سپر نٹنڈنٹ تھے انہوں نے اپنے جینئس بیٹے کی صحیح رنگ میں تعلیمی پرورش کی اور اسکی علم سے والہانہ محبت کی حوصلہ افزائی کی میرے والد نے چھ سال کی عمر میں سکول جانا شروع کیا اور سیدھے چوتھی جماعت میں داخلہ مل گیا جلد ہی آپ نے امتحانات میں ریکارڈ توڑنا شروع کئے اور بیس سال کی عمر میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی

مولیٰ کریم نے ۱۹۴۶ء میں میرے والد کی کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم کیلئے غیب سے سکالرشپ کا انتظام فرمایا جہاں آپ نے ریاضی اور فزکس میں double tripos کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری کیلئے ریسرچ کا کام شروع کر دیا جو انہوں نے حیرت انگیز طریق سے پانچ ماہ میں مکمل کر لیا ڈاکٹریٹ کیلئے جو تحقیقی کام آپ نے کیا اس کی بناء پر آپ کو Smith'z Prize سمتھ پرائز نوازا گیا اس کے بعد پرنسٹن یونیورسٹی (نیو جرسی۔ امریکہ) نے آپ کو وہاں آنیکی دعوت دی جہاں آپ نے آئن سٹائن کے ساتھ ایک سال تحقیقی کام کیا۔ اس کے بعد آپ پاکستان واپس آگئے اس موہوم امید پر کہ وہ تدریس اور تحقیق کا کام وطن عزیز میں کر سکیں گے مگر یہ بات جلد ہی ان پر منکشف ہوگئی کہ آپ جیسی قابلیت والے جوہروں کیلئے اس ملک میں کوئی مستقبل نہیں ہے لہذا آپ دل برداشتہ ہو کر ۱۹۵۳ء میں کیمبرج واپس لوٹ آئے مگر اس بار ان کے ساتھ میں اور میری والدہ تھے

اس کے بعد فزکس کے علمی میدان میں آپ کی کامیابیوں کو کوئی شمار نہیں تھا آپ نے زندگی میں ۲۵۰ کے قریب تحقیقی مضامین تحریر کئے آپ کو بے شمار توثیق نامے۔ سرفرازیاں۔ عزت افزائیاں اور بے شمار ایوارڈ دیئے گئے ان میں بہت سے ایسے تھے جن کے وصول کرنے والے آپ سب سے پہلے تھے مثلاً آپ پہلے پاکستانی نیز سب سے کم عمر نوجوان تھے جس کو رائیل سوسائٹی کا ممبر بنایا گیا اور لندن یونیورسٹی میں آپ سب سے پہلے کم عمر پروفیسر تھے آپ پہلے شخص تھے جسے جیمز میکسویل Maxwell میڈل دیا گیا آپ کو ایٹم فار پیس پرائز دیا گیا اس کے ساتھ درجنوں انعامات اور میڈل ملے تاآنکہ ۱۹۷۹ء میں نوبل انعام سب سے پہلے مسلمان سائنسدان اور پہلے پاکستانی کو ایسا بین الاقوامی انعام ملا آپ کو ۲۴ ایوارڈ اور میڈل ملے ۲۵ ممالک کی سائنس اکیڈمیوں کے آپ ممبر تھے آپ کو ۳۶ آنریری ڈاکٹریٹ ڈگریاں ملیں اور ۱۹۸۹ء میں برطانیہ کی ملکہ معظمہ نے آپکو آنریری نائیٹ ہوڈ سے نوازا

میرے ابا جان کی یادیں میرے ذہن میں اس وقت سے ہیں جب میں نے اور میری والدہ نے کیمبرج نقل مکانی کی تھی اس وقت میری عمر تین سال کی تھی کیمبرج ایک خوبصورت یونیورسٹی ٹاؤن ہے جو کیم CAM دریا کے کنارے آباد ہے ہماری رہائش سینٹ جانز کالج کے پاس چھوٹے سے فلیٹ میں تھی جہاں میرے والد برسر روزگار تھے انہو

ں نے ٹرینیٹی کالج کی بجائے سینٹ جانز کالج میں ملازمت کو ترجیح دی تھی کیونکہ یہاں کے دلپذیر باغات سب سے زیادہ حسین تھے میرے ابا جان کا ایک ہر دلعزیز مشغلہ ہمیں دریا پر لے جاکر پنٹنگ Punting کرنا ہوتا تھا پنٹ ایک چھوٹی سی کشتی ہوتی ہے جس کو ایک شخص کشتی میں پیچھے بیٹھ کر لانگ پول سے آگے دھکیلتا ہے بجائے گنڈولا جیسی کشتی کے۔ میں اور میری والدہ آگے بیٹھتے تھے اور ابا جان پول سنبھالتے تھے بعض دفعہ پول پانی میں گر جاتا تھا تو پھر کنارے تک پہنچنے کے لئے چھوٹا پیڈل استعمال کیا جاتا تھا

کچھ سالوں کے بعد ہم لندن منتقل ہوگئے میرے والد کی امپیریل کالج لندن میں پروفیسر کے طور پر تعیناتی ہو گئی اور وہ اپنے علمی کاموں اور ریسرچ میں حد سے زیادہ مصروف ہوگئے وہ تمام دنیا کے سفر کرنے لگے بعض دفعہ وہ ایک ہفتہ کے دوران چار پانچ ملکوں میں لیکچر دیتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ہماری تعلیم اور تربیت کی نگرانی کے لئے وقت نکال لیتے تھے جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے وہ اس معاملہ میں کافی سختی کرتے تھے وہ ہم سب کو ورک بکس لاکر دیتے اور پھر کالج جانے سے قبل ان صفحات کی نشاندہی کر جاتے جنکا مطالعہ ہمیں کرنا ہوتا تھا جب وہ سمندر پار کے سفروں سے واپس آتے تو ہر ایک کو اپنے کمرہ میں بلاتے اور ہمارے گریڈز اور تعلیمی پروگریس کے بارہ میں استفسار کرتے وہ ہماری دلدہی کر تے اور اپنے اس محبوب مقولہ سے ہمارے اعتماد میں اضافہ کرتے۔ **پوری پوری کوشش کرو، باقی اللہ پر چھوڑ دو** وہ ہم سے بہتر سے بہتر تعلیمی ریکارڈ کی توقع رکھتے تھے اور اکثر ہمیں زیادہ سے زیادہ محنت کرنیکی نصیحت کرتے تھے

وہ خود بھی ہر وقت کام میں مگن رہتے تھے ۱۹۶۵ء میں ٹریسٹ میں انٹرنیشنل کالج فار تھیوریٹیکل پارٹیکلز کے آغاز کے بعد وہ مسلسل لندن اور ٹریسٹ (اٹلی) کے درمیان سفر کرتے تھے ہمارے گھر میں بھی وہ اکثر گھنٹوں مطالعہ میں منہمک رہتے تھے اور بعض دفعہ تو وہ کمرے سے باہر صرف کھانا تناول کرنے کیلئے آتے تھے ابا جان نے اپنے کمرے میں محبت کی فضا پیدا کی ہوئی تھی جس میں پراسراری بھی شامل تھی ان کے کمرہ کا ٹمپریچر ہمیشہ اونچا ہوتا تھا حتٰی کہ موسم گرما میں بھی درجہ حرارت کافی اونچا ہوتا تھا اس کے ساتھ کمرہ میں بعض مقامات پر اگربتیاں جل رہی ہوتی تھیں جن کے خوشبودار دھوئیں سے کمرہ بھرا ہوتا تھا۔ اسکے بیک گراونڈ میں قرآن پاک کی تلاوت کا ٹیپ کیسٹ لگا ہوتا تھا چنانچہ اللہ کا کلام ان کے خیالات میں ہمیشہ سمویا ہوتا تھا جس کا اظہار ان کے مضامین اور تحریروں سے بخوبی ہوتا ہے باہر سڑک سے آنیوالے شور کو کم کرنے کیلئے کمرہ کی کھڑکیوں کے ویلویٹ پردے اکثر کھینچے ہوتے تھے بچپن سے ہی ہم سب کو پتہ تھا کہ جب وہ اپنے کمرہ میں ہوں تو نہ تو اونچی آواز میں بولیں اور نہ ہی گھر میں بھاگیں دوڑیں اگر فون کی گھنٹی ایک سے زیادہ بار بجتی تو فون کو ریسیور سے اتار کر نیچے رکھ دیا جاتا تھا

ابا جان نے اپنے تحقیق کے کام کی عادات کا روزانہ معمول طے کیا ہوا تھا اس پر وہ مذہبی فریضہ کی طرح کاربند رہتے تھے اس فریضہ کو وہ نیند کے وقفوں اور میٹھی گرما گرم چائے سے نباہتے تھے وہ درج ذیل مقولہ پر سختی سے عمل کرتے تھے .. Early to bed, early to rise, makes man healthy, wealthy and wise. وہ رات آٹھ یا نو بجے بستر پر چلے جاتے پھر چند گھنٹوں بعد بیدار ہو کر وہ رات کی خموشی میں تحقیق کا کام کرتے تا آنکہ پو پھٹنے کے وقت ان کی قوت ارتکاز اور قوت تخلیق چوٹی پر ہوتی اسکو برقرار رکھنے کے لئے گرم میٹھی چائے سے بھرا تھرموس اور کچھ کھانے کی چیزیں ہم سونے سے قبل انکے بستر کے قریب رکھ دیتے تھے

ان کی میراث

میرے مشفق ابا جان کی سب سے بڑی میراث ان کتابوں کا خزانہ ہے جو وہ ہمارے لئے چھوڑ گئے نیز علم سے بے تاب لگن جو وہ ہم میں نمود کر گئے بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سانس لینا اور مطالعہ کرنا انکی فطرت کا حصہ بن چکا تھا انہوں نے ہر موضوع پر کتب کا مطالعہ کیا نیز انکا علم مختلف موضوعات پر بحر بیکراں کی طرح تھا نئی اور پرانی کتب خریدنا انکا محبوب مشغلہ تھا ہمارے گھر کا کوئی کمرہ بشمول باتھ روم کے ایسا نہ تھا جس میں دیواروں پر بک شیلف نہ لگے ہوں اور یہ کتابوں سے بھرے ہوتے تھے ابا جان دنیا کے سفروں کے بعد گھر واپس آتے تو انکا سوٹ کیس کتابوں کے وزن سے پھٹ رہا ہوتا تھا اور میری امی جان کو یہ فکر دامن گیر ہوتی کہ نئی کتابیں اب کہاں رکھیں گے

سب سے اہم چیز جو ہمارے والد نے ہمیں سکھلائی وہ وقت کی اہمیت تھی ان کے نزدیک وقت سب سے بیش قیمت تحفہ ہے جس کا زیاں گناہ سے کم نہ تھا ہماری دادی امی بتلایا کرتی تھیں کہ ہمارے والد بچپن سے ہی وقت کی منصوبہ بندی کرنے کے عادی تھے یعنی اتنے گھنٹے روزانہ کھیل کیلئے اور اتنے گھنٹے روزانہ مطالعہ کیلئے حتٰی کہ جب وہ کھیلنے کے لئے جاتے تو اپنے ساتھ گھڑی لے جاتے اور جونہی کھیل کا معینہ وقت ختم ہوتا تو وہ مطالعہ کیلئے گھر آجاتے چاہے وہ کھیل کتنا ہی فرحت بخش کیوں نہ ہو؟

وہ ہمیں اکثر تعلیمی سیر و سیاحت جیسے میوزیم۔ انسٹی ٹیوٹس اور تاریخی مقامات کی سیر کرانے کیلئے لے جاتے تھے اتوار کی صبح جب وہ کالج اپنے کام کے سلسلہ میں جاتے تو ہمیں بھی ساتھ لے جاتے بعض دفعہ وہ ہمیں سائنس میوزیم میں اتار دیتے جو امپیریئل کالج کے بالکل ساتھ واقع ہے

ایک روز ہماری خوشی اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے ہمیں فلم لارنس آف عریبیا دکھانے کا فیصلہ کیا زندگی میں پہلی بار ہم سینما گھر جانے لگے تھے فلم کا ابھی نصف حصہ ختم ہوا تھا کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وقت کا کافی زیاں ہو گیا ہے اس لئے آیئے اب گھر چلیں ہماری مایوسی کا کوئی عالم نہ تھا ہم نے ان سے درخواست کہ باقی کی فلم بھی دیکھ لینے دیں بلآخر وہ مان گئے اس شرط پر کہ وہ خود باہر کار میں جا کر بیٹھ جائیں گے جب فلم ختم ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہ کار کے اندر اپنی تھیوریز میں دنیا و مافیہا سے کلیتاً بے خبر مصروف کار تھے۔ گھر واپس پہنچنے پر ہمیں حکم ہوا کہ اب ہم نے مضمون لکھنا ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ ہم نے اس فلم سے کیا سیکھا؟ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ کام میں سے فرصت نکال کر ہمیں رچمینڈ پارک محض کار ڈرائیو یا وہاں پیدل چلنے کیلئے لے گئے یہ پارک ہمارے گھر کے قریب ہے جس میں فطرت کے مناظر بے تحاشا ہیں ایسے مواقع پر میرے والد ہاتھ سے کوئی ایسا موقعہ نہ جانے دیتے کہ وہ ہمیں کوئی سبق یا اچھی کار آمد بات سمجھاتے مثلاً پارک کے اندر ایک رائیڈ میں جو ایک عمودی ڈھلوان پہاڑی سے نیچے جاتی تھی آپ کار کا انجن بند کر دیتے اور کار کو رفتہ رفتہ نیچے جانے دیتے پھر وہ ہمیں کار کے کلچ Clutch اور گئیرز gears کے بارہ میں بتلاتے کہ وہ کس طرح کام کرتے ہیں تا ہم یہ جان سکیں کہ کار خود بخود نیچے ڈھلوان پر جا سکتی ہے اگر اسپر گیئرز سے پیدا ہونے والی مزاحمت عمل پذیر نہ ہو اگلی بار جب ہم دوبارہ آتے تو جو سبق پچھلی بار سیکھا تھا اسکو دہراتے مزے کی بات یہ ہوتی کہ وہ قوانین فزکس کو بیان کرنے میں بہت محو ہو جاتے اور ہم یہ انتظار کرتے کہ آیا وہ کار کو بریک بھی لگائیں گے یا نہیں؟

تین باتوں سے عشق

لباجان کو تین باتوں سے وارفتہ لگاؤ تھاایک تو قرآن مجید دوسرا والدین اور تیسرا وطن عزیز۔ بچپن میں انہوں نے عربی زبان سیکھ لی تھی اس لئے وہ قرآن مجید کی آیات کے معانی سے پوری طرح باخبر تھے وہ آیات کریمہ پر خوب غور و غوص کیا کرتے تھے خاص طور پر وہ آیات جن کا تعلق سائینس سے ہے ان آیات سے وہ روحانی فیضان حاصل کرتے تھے تاوہ اپنی ریسرچ میں ان سے رہ نمائی حاصل کرسکیں وہ اپنی تقاریر ہمیشہ درج ذیل قرآنی دعا سے شروع کرتے تھے

ربنا و آ تنا ما وعد تنا علیٰ رسلك و لا تخزنا یوم القیامۃ انك لا تخلف المیعاد (سورۃ ۳ آیت ۱۹۵)

ہمارے گھر میں وہ اکثر قرآن پاک کی تلاوت ٹیپ کیسیٹ پر سنا کرتے تھے اپنی تقاریر میں وہ آیات قرآنیہ کے حوالے دیتے نوبل انعام کی تقریب کے موقعہ پر میرے لباجان کی بین کویٹ کے موقعہ پر ایڈریس پیش کرنیکی عزت و توقیر دی گئی اس ایڈریس میں انہوں نے سائینس اور مذہب پر بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت پیش کی تھی **الزی خلق سبع سموت طبا قا ۔ ما تریٰ فی خلق الرحمن من تفوت فا رجع البصر هل تریٰ مِن فطور۔ ثم ارجع البصر كر تين ينقلب اليك البصر خا سِئاً وَ هو حسير** (سورۃ الملک آیت ۴ اور ۵)

والدین سے محبت

لباجان کی اپنے والدین کیلئے محبت اور ان کا اپنے بیٹے کیلئے والہانہ عشق فقید المثال تھا میرے دادا جان چوہدری محمد حسین صاحب بذات خود ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے اللہ تعالیٰ سے عشق اور مذہب اسلام سے محبت ان کو اپنی زندگی کے اوائل سے ہی تھی خدا نے انکی رہ نمائی دعاؤں اور کشوف و رؤیا سے کی اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر ۱۹۱۴ء میں احمدیت قبول کی جب وہ محض ۱۲ سال کے تھے میرے والد کی پیدائش کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اپنے بیٹے میں جملہ خوبیوں کو اجاگر کرنے اور انکے تعلیمی کیریئر کو بہتر بنانے کیلئے وقف کردی یہ میرے دادا ہی تھے جنہوں نے میرے والد میں مطالعہ کا ذوق پیدا کیا اور ان میں عرق ریزی و محنت کرنیکا نظم و نسق پیدا کیا۔

دادا جان مرحوم و مغفور کا ایک ہر دلعزیز مقولہ یہ تھا Time & Tide wait for no man میرے پیارے لباجان دادا مرحوم کے مکمل مطیع اور فرمانبردار تھے وہ انکی رہ نمائی کو بغیر سوچے و سمجھے قبول کرتے تھے میری دادی اماں کا نام ہاجرہ تھا جو حافظ نبی بخش صاحب کی دختر تھیں۔ دادی اماں نہایت رحمدل۔ سراپا محبت اور سادہ لوح انسان تھیں جب کبھی لباجان امتحان کی تیاری کر رہے ہوتے تو وہ جائے نماز بچھا کر نوافل میں دعا کرتیں کہ کامیابی انکے قدم چومے۔ وہ میرے لباجان کی بہت عزت کرتیں تھیں یہی حال لباجان کا تھا جب میرے والد نے نوبل انعام جیتا تو اس سے ملنے والی رقم سے انہوں نے مستحق طلباء کیلئے ایک سکالرشپ جاری کیا جس کا نام تھا ---محمد حسین و ہاجرہ حسین فا ؤنڈ یشن۔

لباجان کی یہ وصیت تھی کہ بعد از وفات ان کو والدین کی قبروں کے ساتھ کہ جھبہ میں دفنایا جائے چنانچہ اللہ

کے خاص کرم سے قبرستان میں ان کے لئے قبر کی جگہہ محفوظ کر لی گئی تھی ان کی رحلت کے بعد میں اور میرا بھائی (احمد سلام) ان کے کاغذات دیکھ رہے تھے تو پتہ چلا کہ انہوں نے وصیت نامے میں ایک بات کا اضافہ کیا تھا جو یہ تھا

اگر کسی وجہ سے مجھے ربوہ نہ لے جایا جا سکے تو میرے
کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہو اسکی خواہش تھی کہ وہ ماں کے
قدموں میں دفن ہو

پاکستان سے محبت

ابا جان کی وطن عزیز سے محبت زبان زد عام تھی اگرچہ وطن والوں نے انکی قدر نہ کی ۱۹۵۳ء میں انہوں نے برطانیہ منتقل ہونیکا کرہناک فیصلہ کیا تھا مگر اسکے باوجود انہوں نے ملک کی خدمت صدر ایوب خان کے سائینسی مشیر کی حثیت سے کی تھی مجھے خوب یاد ہے وہ اس وقت خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے جب ان کو ۱۹۵۹ء میں ستارہ پاکستان نواز اگیا جب احمدیوں کے خلاف ایذاء رسانی حد سے بڑھ گئی تو انہوں نے تمام سرکاری عہدوں سے تو استعفیٰ دے دیا مگر انہوں نے پاکستان میں سائینس اور ٹیکنالوجی لانیکی کوششوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آنے دی انہوں نے پاکستانی سکالروں (خاص طور پر احمدیوں) کی اس دور میں ہر ممکن اعانت کی جو وہ کر سکتے تھے باوجودیکہ دوسرے ممالک نے انکو شہریت کے پیش کش کی تھی انہوں نے ساری عمر اپنی قومیت نہ بدلی جب وہ سویڈن (نوبل) انعام وصول کرنے گئے تو انہوں ے پگڑی اور اچکن پہن کر اپنے وطن کا نام بلند کیا تھا

سائینس سینٹر کا قیام

ملک سے نقل مکانی کرنے کے تلخ تجربہ نے ہی توانکو انٹر نیشنل سینٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کی بنیاد رکھنے کی ترغیب دی تھی تا ترقی پذیر ممالک کے سائینس دان دور حاضر کے عظیم سائینس دانوں سے تربیت حاصل کر سکیں اور خود کو اپنے اپنے ممالک میں اکیلا محسوس نہ کریں جس طرح انہوں نے کیا اپنے وطن میں کیا تھا سینٹر کا قیام ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا اور اب تک غریب ممالک کے ہزاروں غریب طلباء اس سے مستفید ہو چکے ہیں پھر انہوں نے ترقی پذیر ممالک میں سائینس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کیلئے تھرڈ ورلڈ اکیڈیمی آف سائینس کی بنیاد رکھی ان کا ایک سنہری خواب یہ بھی تھا کہ وہ بین الاقوامی یونیورسٹی قائم کر سکیں تا اسلامی ممالک ایک بار پھر علم اور سائینس میں اپنا کھویا ہؤا مقام حاصل کر سکیں

باوجودیکہ ان کو اتنی کامیابیاں اور آنرز ملیں میرے ابا جان نے اپنی شخصیت میں غرور کو کبھی بھی ظاہر نہ ہونے دیا انہوں نے خود کو عظیم انسان تصور ہی نہ کیا۔ اپنی عاجزانہ زندگی کے آغاز کو انہوں نے فراموش نہ کیا سب سے بڑھکر یہ کہ وہ کبھی یہ نہ بھولے کہ جو بھی ان کو ملا یہ خداوند کریم کا انعام اور خاص عنایت تھی۔ یہ وصف میرے والد اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب میں مشترک تھا ان دو انسانوں نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کا مصداق تھے آپسمیں دوستی اور اخوت کو ساری عمر نبھایا جس کا آغاز بھی عجیب طریق سے ہؤا۔ میرے ابا جان نے ۱۹۴۶ء میں برطانیہ کے لئے سفر کیا اور ان کا جہاز لیورپول کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہؤا ایک نا قابل یقین اتفاق سے چوہدری صاحب جو اس وقت سپریم

کورٹ آف انڈیا کے جج تھے اس بندرگاہ پر اپنے بھتیجے کو لینے کے لئے تشریف لائے تھے ابا جان کا کتابوں سے بھرا بھاری سوٹ کیس کسٹم شیڈ میں پڑا تھا اور اس وقت وہاں کوئی پورٹر نہ تھا چوہدری صاحب میرے والد کو شش و پنج میں دیکھ کر صورت حال کو بھانپ گئے چنانچہ انہوں نے سوٹ کیس ایک طرف سے اٹھایا اور ٹرین تک پہنچا دیا۔ پھر چوہدری صاحب نے دیکھا کہ ابا جان یخ بستہ ہوا سے ٹھٹھر رہے تھے تو انہوں نے اپنا اور کوٹ اتار کر انکو دے دیا یہ اور کوٹ ابا جان نے سالہا سال تک استعمال کیا اور اب بھی یہ انکے بھائیوں میں سے کسی کے پاس محفوظ ہے

ابا جان جب بھی لندن میں قیام پذیر ہوتے تو چوہدری صاحب اتوار کے روز ناشتہ کے لئے ضرور تشریف لاتے ناشتہ کی میز پر دو عظیم انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بہت دلچسپ ہوتی جو مذہب۔ سیاست۔ اور دیگر موضوعات پر حاوی ہوتی تھی۔ میرے ابا جان احباب کو اپنے گھر مدعو کرنا بہت پسند کرتے تھے جسے وہ شہر کا بہترین ریستوران کا نام دیتے تھے جو کہ فی الحقیقت میری امی جان کے کھانا پکانے کی مہارت کو خراج عقیدت تھا انکے مہمانوں میں وزیر۔ ڈپلومیٹ۔ غیر ملکی اعلیٰ عہدیدار۔ پروفیسرز اور بعض دفعہ ان کے طالب علم بھی ہوتے تھے

زندگی کے آخری ایام میں ابا جان کو پیرا سپرا نئوکلئیر پا لسی Para Supranuclear palsy کا عارضہ لاحق ہو گیا اس مرض کے بارہ میں انسانی علم ابھی تک محدود ہے اگرچہ ان کا دماغ اور فہم و فراست آخری وقت تک بر قرار رہے مگر ان کے پٹھے رفتہ رفتہ کمزور ہو کر ضائع ہو گئے ابا جان کے یقین کا یہ حال تھا کہ انہوں نے یہ حالت بغیر کسی آہ و بکا کے قبول کر لی اگرچہ انکو بیماری کی آئندہ حالت کی پیش بینی کا شروع سے علم تھا پھر بھی ہم نے علالت کے دوران ان کو شکوہ شکایت کرتے یا بیماری کی شدت کے باعث گریہ زاری کرتے نہ دیکھا

اللہ کریم نے اپنے خادم بندے عبد السلام پر بے شمار فضل اور نوازشیں برسائیں ان کی زندگی مثمر باثمرات اور اچھی تھی انکی رحلت بھی باعزت اور باوقار تھی انکو جو الوداع ملا شاید اس سے وہ خود بھی وفور جذبات سے بھر جاتے ان کے لندن سے ربوہ کے بہشتی مقبرہ تک کے آخری سفر کو میں کبھی بھی چشم تصور سے مٹا نہیں سکتی سڑک کے دونوں کنارے ہزاروں ہزار احباب کا لائن بنا کر کھڑے ہونا تا وہ انکو آخری الوداع کہہ سکیں واقعی جذبات سے بے قابو کرنے والا تھا جنازہ میں تیس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی ان کو ان کے والد مرحوم کے ساتھ والی لحد میں ابدی نیند سلایا گیا یوں وہ والدہ کے قدموں میں سلائے گئے جیسے کہ انہوں نے خواہش کی تھی

اللہ نے ان کی آمد اور رحلت کی خبر دی تھی جس رات ابا جان کے وفات دو بج کر پینتالیس منٹ پر ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء کو ہوئی اس رات میرے چچا محمد عبد الرشید جو ابا جی کے چھوٹے بھائی ہیں خواب دیکھی میرے دادا خواب میں آئے انہوں نے دیدہ زیب لباس پہنا ہؤا تھا اور بہت خوش نظر آرہے تھے اعلانیہ رنگ میں انہوں نے (پنجابی میں) کہا۔ **سلام پہنچ گیا اے** ۔۔یعنی سلام پہنچ گیا ہے۔

اللہ کریم ان کی روح کو اعلیٰ (روحانی) انعامات سے نوازے اور مولیٰ کریم جماعت احمدیہ کو بہت سارے عبد السلام نوازے **آمین اللھم آمین**

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عالم روحانی کے لعل وجواہر

خدا کے مامور کی اندرون خانہ مجلس کا ایک عجیب منظر

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی "مدیر الحکم" رقمطراز ہیں کہ:-

"اعلیٰ حضرت کے منجانب اللہ ہونے کے دوسرے دلائل و براہین میں سے آپ کی عملی زندگی کا وہ حصہ بھی عجیب ہے جو آپ اندرون خانہ میں گزارتے ہیں۔ آؤ میں تمہیں آپ کی ایک اندرون خانہ مجلس کے حالات سناؤں۔ یہ وقت بالکل علیحدگی کا ہے جو انسان کی حالت پر پوری روشنی ڈالنے والا ہوتا ہے۔ صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب امتحان انٹرنس دے کر امرتسر سے واپس آئے ہیں۔ (یہ مارچ 1905ء کا واقعہ ہے ناقل) آپ کے متعلق سلسلہ کلام شروع ہوا کسی نے کہا میاں صاحب بہت دبلے ہو گئے ہیں دوسرے نے کہا ان کو اپنی کمزوری کا خیال کر کے سخت فکر لگی ہوئی ہے۔

اس پر حضرت صاحب سے کسی بہت ہی پیار کرنے والے نے کہا کہ آپ دعا کریں یہ پاس ہو جاویں اس پر اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے بھی لکھا جاوے تو اس کی پوری قدر نہیں ہو سکتی یہ فقرات آپ کی اندرونی حالت کا راز ظاہر کئے دیتے ہیں اور آپ کی پاک سیرت کو دکھاتے ہیں فرمایا:-

"ہمیں تو ایسی باتوں کی طرف توجہ دینے سے کراہت پیدا ہوتی ہے ہم ایسی باتوں کے لئے دعا نہیں کرتے ہم کو نہ نوکریوں کی ضرورت ہے اور نہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ امتحان اس غرض سے پاس کئے جاویں ہاں اتنی بات ہے کہ یہ علوم متعارفہ میں کسی قدر دستگاہ پیدا کرلیں جو خدمت دین میں کام آوے پاس فیل سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کوئی غرض"

(الحکم 30-اپریل 1905ء صفحہ 7-8)

حضرت سیدنا محمود المصلح الموعود کی ذات بابرکات کے متعلق تو رب العرش نے پہلے سے بھاری بشارتیں دے رکھی تھیں جن کا ایک ایک لفظ چشم فلک نے آپ کی مقدس زندگی (12-جنوری 1889ء تا 7/8 نومبر 1965ء) میں پوری شان دلربائی کے ساتھ پورا ہوتا مشاہدہ کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے اس موعود فرزند کی نسبت قبل از وقت پیشگوئی فرمائی تھی کہ:-

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادي

مطالعہ کتاب میں حیرت انگیز استغراق

ملک غلام محمد صاحب لاہور نے بیان کیا۔ کہ "سید محمد علی شاہ صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ ملازمت سے چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ اور مجھے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب جو حضرت صاحب کے والد صاحب تھے۔ باہر سے آتے ہوئے ملے۔ ان کو پسینہ آیا ہوا تھا۔ میں نے کہا آپ کیوں اس طرح ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ایک افسر کا آج یہاں قیام ہے۔ اس کے لئے بندوبست کر رہا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا آپ کسی نوکر کو کہتے یا کسی لڑکے کی ڈیوٹی لگا دیتے۔ انہوں نے کہا کہ لڑکا تو ایک ہی ہے۔ جو گورداسپور میں ملازم ہے۔ (یعنی مرزا غلام قادر صاحب) آؤ دوسرے لڑکے کا حال تمہیں دکھائیں۔ وہ بیت مبارک میں میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ بیت مبارک میں جو سیڑھیاں جاتی ہیں۔ ان کے راستہ اوپر لے گئے۔ وہاں ایک چوبارہ ہوتا تھا۔ وہاں حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ اور ایک کتاب پڑھ رہے تھے جو غالبًا حدیث کی کتاب تھی۔ آپ اس کے پڑھنے میں اتنے محو تھے۔

کہ ہم دونوں ان کے سرہانے کھڑے رہے۔ لیکن حضور کو خبر نہ ہوئی۔ پھر ہم وہاں سے واپس نیچے بھی آ گئے۔ مگر ان کو معلوم نہ ہوا۔ نیچے آئے تو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے کہا۔ بتلاؤ کیا یہ زندوں میں ہے۔"

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ نمبر 1260 بحوالہ کتاب "شمائل احمد" صفحہ 24 مرتبہ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ مہتمم شعبہ اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان۔ اشاعت 19۔دسمبر 1943ء)